عید کی قربانیاں

مرزا بشیر احمد ایم۔اے

عید کی قربانیاں

(پس منظر۔ وجوب۔ شرائط۔ حکمت اور امکانی خدشات)

مرزا بشیر احمد ایم۔ اے

مصنّف کی طرف سے ضروری گذارش

چودھویں صدی کے آغاز سے ہی مسلمانوں کے ایک طبقہ میں جو اسلامی احکام کی گہری حکمت کو نہیں سمجھتا اور مذہبی امور میں آزادی کی طرف مائل ہے اِس خیال کی طرف رجحان پیدا ہو رہا ہے کہ عیدالاضحیٰ کی قربانیوں کو اُڑا کر اُسکی جگہ مستحق لوگوں میں نقد روپیہ تقسیم کرنے یا دیگر قومی ضروریات میں خرچ کرنے کا نظام قائم کر دیا جائے۔ یہ رجحان چونکہ اسلامی شریعت میں ناواجب دخل اندازی کا رنگ رکھتا ہے اسلئے مَیں نے اِس موضوع پر ۱۹۵۰ء میں ایک سلسلۂ مضامین کے ذریعہ اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا اور خدا کے فضل سے اُس وقت یہ تحریک دب گئی تھی لیکن اب (۱۹۵۹ء میں) اس بحث نے دوبارہ سر اٹھایا ہے اور نئی روشنی کے بعض اصحاب نے جن میں بدقسمتی سے بعض علماء بھی شامل ہیں (گو ان کی تعداد بہت کم ہے) یہ کہنا شروع کیا ہے کہ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر اتنے جانور ذبح کر دینا قومی دولت کا ناواجب ضیاع ہے اسلئے اسے روک کر اس روپے کو نقدی کی صورت میں رفاہِ عام کے مفید کاموں پر خرچ کرنا چاہیئے۔ لہٰذا ضروری سمجھا گیا کہ ۱۹۵۰ء والے مضامین پر مناسب نظرِ ثانی کر کے انہیں ایک مستقل رسالہ کی صورت میں شائع کیا جائے۔ ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ اِس رسالہ کو نہ صرف جماعت میں بلکہ غیر از جماعت اصحاب میں بھی کثرت کے ساتھ تقسیم کریں تا شریعتِ غرّاء کے احکام میں ناواجب دخل اندازی کا سلسلہ ختم ہو اور عامۃ المسلمین اِس بات کو محسوس کریں کہ اسلامی شریعت خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک دائمی اور نہایت بابرکت ہدایت نامہ ہے جس میں سارے زمانوں کی ضروریات کو ملحوظ رکھا گیا ہے اسلئے اس میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں سوائے اسکے کہ خود شریعت نے کسی معاملہ میں لچک رکھی ہو۔

یہ مضمون چونکہ ابتداءً قسطوں کی صورت میں شائع ہوا تھا اسلئے اسمیں کسی قدر تکرار کا رنگ پیدا ہو گیا ہے مگر بعض صورتوں میں تکرار بھی مفید ہو جاتا ہے اسلئے مَیں نے اس تکرار میں دخل نہیں دیا وانّما الاعمال بالنیّات واخر جوامن اللہ خیراً۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ
۲۲ر اکتوبر ۱۹۵۹ء

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

عیدالاضحیٰ کی قربانیاں

کیا غیر حاجیوں کے لئے بھی قربانی ضروری ہے؟

کیا موجودہ حالات میں قربانی کی جگہ نقد روپیہ تقسیم کر دینا مناسب نہیں؟

قربانیوں کے متعلق تین سوالات

ایک معزز دوست جو جماعت احمدیہ میں شامل نہیں ہیں دریافت فرماتے ہیں کہ آجکل اخباروں میں جو عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کا مسئلہ زیرِ بحث ہے اس میں صحیح اسلامی تعلیم کیا ہے اور قرآن مجید اور حدیث اور سُنّت سے کون سا مسلک درست ثابت ہوتا ہے خصوصاً:-

(۱) کیا عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی صرف حاجیوں کے لئے مقرر ہے یا کہ اسے طاقت رکھنے والے غیر حاجیوں کے واسطے بھی سُنّت قرار دیا گیا ہے؟

(۲) کیا موجودہ زمانہ کے حالات کے لحاظ سے یہ مناسب نہیں ہوگا کہ قربانی میں لاتعداد جانوروں کو ذبح کر دینے کی بجائے مستحقین کی نقد امداد کر دی جائے یا یہ روپیہ کسی خاص قومی مصرف میں لایا جائے؟

(۳) کیا عیدالاضحیٰ کی قربانیوں سے ملک کی حیوانی دولت اور دودھ اور گھی کی سپلائی کو بھاری خطرہ لاحق نہیں ہوتا؟

یہ وہ تین سوال ہیں جن کی طرف مجھے توجہ دلائی گئی ہے اور جن پر آجکل پاکستان کے اخباروں میں خوب بحث ہو رہی ہے۔ ایک طبقہ جو زیادہ تر نو تعلیم یافتہ لوگوں پر مشتمل ہے اِس بات پر زور دے رہا ہے کہ اوّل تو غیر حاجیوں کے لئے عیدالاضحیٰ کی قربانی مسنون ہی نہیں بلکہ یہ قربانی صرف حاجیوں کے لئے مقرر ہے۔ اور اگر بالفرض غیر حاجیوں کے لئے یہ قربانی مسنون ہو بھی تو پھر بھی کیا آجکل کے مخصوص حالات میں جبکہ ایک طرف پاکستان میں کارآمد جانوروں کی کمی ہو رہی ہے اور دوسری طرف انسانی ضروریات میں زیادہ وسعت اور زیادہ تنوّع کی صورت پیدا ہو گئی ہے وہ تین دنوں میں بے شمار جانور ذبح کر کے بانٹ دینے کی بجائے بہتر صورت یہ نہیں ہوگی کہ ذی استطاعت لوگ اپنا یہ روپیہ مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیں تاکہ وہ یہ روپیہ اپنی اپنی مخصوص ضرورت کے مطابق استعمال کر کے زیادہ فائدہ اُٹھا سکیں یا یہ روپیہ کسی خاص قومی مصرف

میں لایا جائے؟ دوسری طرف دوسرا طبقہ اِس بات پر مصر ہے کہ جو سُنّت آج سے چار ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے قائم کی اور پھر اُسے اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نئے سرے سے زندہ کر کے اسلامی تعلیم کا ایک ضروری حصہ قرار دیا اور اس پر زندگی بھر عمل کیا اور کرایا اور اس کے بعد بھی تمام مسلمان اس پر عمل کرتے آئے ہیں وہ بہرحال قائم رہنی چاہیئے۔ اور جانوروں کی کمی یا مزعومہ کمی دوسرے مؤثّر ذرائع سے پوری کی جا سکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

عیدالاضحیٰ کے حکم کا پس منظر

اِس مسئلہ کے متعلق صحیح اسلامی تعلیم بتانے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصر الفاظ میں یہ بتا دیا جائے کہ عیدالاضحیٰ کس چیز کا نام ہے اور وہ اسلام میں کس طرح مشروع ہوئی اور اس کی غرض و غایت اور حکمت کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ تاکہ اِس سوال کا پس منظر واضح ہو جائے کیونکہ پس منظر کے بغیر کسی چیز کا صحیح تصور قائم نہیں ہو سکتا۔ سو جاننا چاہیئے کہ:-

(۱) عید ایک عربی لفظ ہے جس کے معنے ایسے اجتماعی خوشی کے دن کے ہیں جو بار بار آئے اور اسلام میں تین عیدیں مقرر کی گئی ہیں۔

ایک جُمعہ کی عید ہے جو سات دن کی نمازوں کے بعد آتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے ماتحت یہ عید ساری عیدوں میں سب سے زیادہ اہم اور زیادہ برکت والی عید ہے۔ گو تھوڑے تھوڑے وقفہ پر آنے کی وجہ سے لوگ عموماً اس کی قدر کو نہیں پہچانتے۔ دوسرے عید الفطر ہے جو ہر سال رمضان کی تیس ۳۰ روزہ عبادت کے بعد آتی ہے۔ اور اس کا نام عید الفطر اِس واسطے رکھا گیا ہے کہ رمضان کے روزوں کے بعد گویا اس عید کے ذریعہ مومنوں کی افطاری ہوتی ہے۔ اور تیسرے عید الاضحیٰ ہے جو ذوالحجہ مہینہ کی دسویں تاریخ کو حج کی عبادت کے اختتام پر (جو نو تاریخ کو ہوتا ہے) آتی ہے۔ اور پاکستان میں یہ عید عرفِ عام میں بقر عید کہلاتی ہے اور بعض لوگ اسے بڑی عید بھی کہتے ہیں۔

(۲) عید الاضحیٰ کا نام عید الاضحیٰ اِس واسطے رکھا گیا ہے اور حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اِسی وجہ سے اِس نام سے یاد فرمایا ہے کہ یہ قربانیوں کی عید ہے۔ کیونکہ اضحیٰ کا لفظ عربی زبان میں اضحاۃ کی جمع ہے جس طرح کہ اضاحی کا لفظ اُضحیۃ کی جمع ہے جس کے معنے قربانی کے جانور کے ہیں۔ اور اس دن کا دوسرا نام اسلامی اصطلاح میں یوم النحر بھی ہے جس کے معنے قربانی والے دن کے ہیں اور یہ دونوں نام خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استعمال

فرمائے ہیں اور حدیث میں کثرت کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں اور حدیث کی کوئی کتاب بھی اِن ناموں کے ذکر سے خالی نہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اِن ناموں کے سوا اِس دن کے لئے حدیث میں کوئی اَور نام استعمال ہوا ہی نہیں۔

اِس تعلق میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حج والی قربانیوں کے لئے جو حرم کے علاقہ میں ہوتی ہیں قرآن شریف اور حدیث میں ھَدْي کا لفظ استعمال ہوا ہے نہ کہ اضحیٰ کا لفظ جو عید الاضحیٰ کی قربانیوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو غیر حاجی لوگ اپنے اپنے گھروں میں دیتے ہیں۔

(۳) جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہے عید الاضحیٰ ہجرت کے بعد دوسرے سال میں شروع ہوئی تھی (زرقانی و تاریخ الخمیس) اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں گویا نو دس "بڑی عیدیں" آئیں۔ اس کے مقابل پر حج آپؐ نے صرف ایک دفعہ کیا تھا۔ اور یہ وہی حج ہے جو حجۃ الوداع کہلاتا ہے۔ یہ حج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دسویں سال میں ادا فرمایا تھا۔ (طبری و فتح الباری شرح بخاری) اور اس کے صرف اڑھائی ماہ بعد آپؐ وفات پا گئے۔

(۴) قرآن شریف نے صراحت فرمائی ہے کہ حج کی عبادت کا

آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں ہُوا (سورۂ حج رکوع ۴) جنہوں نے خدائی حکم سے اپنے پہلوٹھے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کو مکّہ کی بے آب وگیاہ وادی میں لاکر آباد کیا جہاں زندگی کے بقا کا کوئی سامان نہیں تھا۔ اور حقیقۃً یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اُس خواب کی تعبیر تھی جس میں آپؑ نے دیکھا تھا کہ میں اپنے بچّے کو ذبح کر رہا ہوں۔ اِس موقعہ پر خدا نے بچّے کی قربانی کی جگہ ظاہر میں جانور کی قربانی مقرر فرمائی مگر حقیقت کی رُو سے انسان کی قربانی بھی قائم رہی۔ یہ گویا پہلا انسانی وقف تھا جو خدا کی راہ میں پیش کیا گیا تاکہ خدا تعالےٰ حضرت اسمٰعیلؑ کو اِس "موت" کے بعد ایک نئی زندگی دے کر اس درخت کی تخم ریزی کرے جس سے بالآخر عالمگیر شریعت کے حامل حضرت سیّدِ وُلدِ آدم فخرِ انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود باجود پیدا ہونے والا تھا۔ حج میں قربانی کی رسم اسی اسمٰعیلی قربانی کی ایک ظاہری علامت ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ اس بے نظیر قربانی کی یاد زندہ رکھی جاسکے جس کے شجرۂ طیّبہ نے مکّہ کی بظاہر بے آب وگیاہ اور بے ثمر وادی میں وہ عدیم المثال ثمر پیدا کیا جس کے دم سے دُنیا میں روحانیت زندہ ہوئی۔ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ:۔

انا ابن الذبیحین (تاریخ الخمیس)

"یعنی میں دو ذبح ہونے والی ہستیوں کا فرزند ہوں"

اِن دو قربانیوں میں سے ایک تو اسمٰعیلؑ کا جسم تھا جو گویا مکّہ کی بے آب وگیاہ وادی میں آباد کر کے عملاً ذبح کر دیا گیا۔ اور دوسرے اسمٰعیلؑ کی رُوح تھی جو خدا کے حضور وقف علی الدّین کے ذریعہ قربان ہوئی۔

عیدالاضحیٰ کی قربانیاں اسی مقدس قربانی کی یادگار ہیں مگر اس زمانہ کے روحانی تنزل اور مادی عروج پر انسان کیا آنسو بہائے کہ اس عظیم الشان قربانی کی یاد کو زندہ رکھنا تو درکنار آج اکثر مسلمان عیدالاضحیٰ کا نام تک فراموش کر چکے ہیں۔ چنانچہ جسے دیکھو عیدالاضحیٰ (قربانیوں کی عید) کی بجائے جو اس عید کا اصل نام ہے عیدالضحیٰ (صبح کے وقت کی عید) کہتا ہُوا سُنائی دیتا ہے۔ اور اِس افسوسناک غلطی سے اچھے پڑھے لکھے لوگ حتّٰی کہ بعض اخباروں کے نامہ نگار اور ایڈیٹر صاحبان بھی مستثنیٰ نہیں۔ بھلا جو لوگ اپنی قربانیوں والی عید کے نام سے "قربانی" کا لفظ تک حذف کر کے اسے وقفِ طاقِ نسیاں کر چکے ہوں وہ اس کی قربانی والی عبادت کو کس طرح یاد رکھ سکتے ہیں؟ حالانکہ جیسا کہ میں نے اُوپر بیان کیا ہے یہ نام خود ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

کا رکھا ہوا ہے۔ (ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ کتاب العیدین)

(۵) یہ دلچسپ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے (گو شاید اکثر لوگ اسے نہیں جانتے) کہ عیدالاضحیٰ کی نماز صرف غیر حاجیوں کے لئے مقرر ہے اور حاجیوں کے لئے مقرر نہیں۔ اور نہ یہ نماز حج میں ادا کی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ حج خود اپنے اندر ایک بھاری عید ہے کیونکہ اس میں عید کے چاروں عناصر بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ یعنی:۔ (الف) عبادت (ب) مومنوں کا اجتماع (ج) خوشی اور (د) عَود یعنی اس دن کا بار بار لوٹ کر آنا۔ اس لئے شریعت نے عیدالاضحیٰ کی نماز صرف غیر حاجی مقیم لوگوں کے واسطے رکھی ہے۔ تاکہ جہاں ایک طرف حج کے ایام میں حاجی لوگ حج کی عید منا رہے ہوں وہاں غیر حاجی جنہیں کسی مجبوری کی وجہ سے حج کی توفیق نہیں مل سکی وہ اکناف عالم میں اپنی اپنی جگہ پر عید کرکے اور قربانیاں دیکر اس عظیم الشان قربانی کی یاد کو تازہ رکھیں جس کا حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھوں سے حضرت اسماعیلؑ کے وجود میں آغاز ہوا اور پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باجود میں اپنے معراج کو پہنچی۔ پس حدیث میں جہاں کہیں بھی عیدالاضحیٰ کی نماز کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی قربانی کا ذکر آتا ہے وہاں لازماً غیر حاجیوں کی قربانی سمجھی جائے گی۔

عیدالاضحیٰ کی قربانی کے عقبی منظر میں اُوپر کی پانچ باتیں اتنی نمایاں اور اتنی واضح ہیں اور ان کی تائید میں ایسے روشن اور قطعی ثبوت موجود ہیں کہ کوئی شخص جو اسلامی تعلیم سے تھوڑی بہت واقفیت بھی رکھتا ہو وہ خواہ کسی فرقہ کا ہو اِن کے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اور اسی لئے میں نے اِن باتوں کی تائید میں حوالے اور شواہد پیش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی لیکن اگر کوئی شخص انکار کرے تو خدا کے فضل سے اِن پانچ باتوں میں سے ہر بات کے متعلق یقینی اور ناقابلِ تردید ثبوت پیش کئے جاسکتے ہیں۔

کیا عیدالاضحیٰ کی قربانی صرف حاجیوں کے لئے مقرر ہے؟

اس کے بعد میں اصل سوال کو لیتا ہوں پہلا سوال یہ ہے کہ کیا عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر غیر حاجیوں کے لئے بھی قربانی واجب ہے؟ اور اگر واجب ہے تو اِس کا ثبوت کیا ہے؟ اِس کے جواب میں پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ اگر واجب یا ضروری کا سوال ہو تو غیر حاجی تو درکنار حاجیوں پر بھی ہر صورت میں قربانی واجب نہیں ہے بلکہ اس کے لئے شریعت نے بعض خاص شرطیں لگائی ہیں۔ مثلاً خالی حج کرنے والے پر (جو اصطلاحاً اِفراد کہلاتا ہے) قربانی واجب نہیں بلکہ صرف اِس صورت میں واجب ہے کہ وہ

یا تو حج اور عمرہ کو ایک ہی وقت میں جمع کرنے والا ہو جسے اسلامی اصطلاح میں تمتع یا قران کہتے ہیں (قرآن شریف سورہ بقرہ آیت ۱۹۷) اور یا وہ ایسے حاجی پر واجب ہے جو حج کی نیت سے نکلے مگر پھر حج کی تکمیل سے پہلے کسی حقیقی مجبوری کی بناء پر حج ادا کرنے سے محروم ہو جائے (سورہ بقرہ آیت ۱۹۷)۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مالی لحاظ سے قربانی کی طاقت رکھتا ہو۔ ورنہ وہ قربانی کی بجائے روزہ کا کفارہ پیش کر سکتا ہے۔ پس جب ہر حالت میں حاجیوں کے لئے بھی قربانی فرض نہیں تو یہ کس طرح دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ غیر حاجیوں کے لئے وہ بہر صورت فرض یا واجب ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بے شک قربانی کی طاقت نہ رکھنے والے غیر مستطیع لوگوں کے لئے قربانی واجب نہ سہی مگر کیا وہ ایسے طاقت رکھنے والے مستطیع لوگوں کے لئے واجب ہے جو غیر حاجی ہوں؟ سو اس سوال کے جواب میں اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے **فرض یا واجب یا سُنّت** وغیرہ کی فقہی اصطلاحیں استعمال نہیں کیں مگر صحیح احادیث سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمیشہ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر خود بھی قربانی کی اور اپنے صحابہؓ کو بھی اس کی

تاکید فرمائی۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:۔

عن ابن عمر قال اقام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالمدینۃ عشر سنین یُضحّی (ترمذی)

"یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ میں دس سال گزارے اور آپ نے ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر مدینہ میں قربانی کی۔"

بلکہ آپؐ کو عیدالاضحیٰ کی قربانی کا اس قدر خیال تھا کہ آپؐ نے وفات سے قبل اپنے داماد اور چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ میرے بعد بھی میری طرف سے عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر ہمیشہ قربانی کرتے رہنا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:۔

عن حنش قال رأیتُ علیًّا رضی اللّٰہ عنہ یضحّی بکبشین فقلتُ لہٗ ما ھٰذا قال انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اوصانی ان اُضحّی عنہ فانا اُضحّی عنہ۔ (ابوداؤد)

"یعنی حنشؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر دو دُنبے قربان

کر رہے تھے۔ مَیں نے اُن سے پوچھا کہ یہ دُو دنبوں کی
قربانی کیسی ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ مَیں آپؐ کی
طرف سے (آپؐ کی وفات کے بعد بھی) قربانی کرتا
رہوں۔ سو مَیں آپؐ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔"

عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنا آپؐ کا ذاتی فعل ہی نہیں تھا بلکہ
آپؐ اپنے صحابہؓ کو بھی اس کی تحریک فرماتے تھے۔ چنانچہ
حدیث میں آتا ہے کہ:۔

عن البراء قال خطبنا النبی صلی اللہ علیہ
وسلم یوم النحر فقال ان اول ما نبدأ به
فی یومنا ھذا ان نصلی ثم نرجع فننحر
فمن فعل ذالک فقد اصاب سُنّتنا۔

(بخاری و مسلم)

"یعنی حضرت براءؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہمیں عید الاضحیٰ کے دن خطبہ دیا اور اس میں
فرمایا کہ اس دن پہلا کام یہ کرنا چاہیئے کہ انسان عید کی
نماز ادا کرے اور پھر اس کے بعد قربانی دے۔ سو

جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سُنّت کو پالیا۔"

اُوپر کی حدیث میں ایک طرح سے سُنّت کا لفظ بھی آگیا ہے۔
اور چونکہ یہ اصطلاحی طور پر استعمال نہیں ہوا اس لئے اس سے
وجوب کا پہلو بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اور ایک دوسرے موقعہ پر
آپؐ نے فرمایا کہ:۔

من وجد سعۃً ولم یضح فلا یقربن مصلانا

(مسند احمدؒ جلد ۲ صفحہ ۳۲۱)

"یعنی جس شخص کو مالی لحاظ سے توفیق حاصل ہو اور
پھر بھی وہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی نہ کرے اس
کا کیا کام ہے کہ ہماری عیدگاہ میں آکر نماز میں شامل ہو؟"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد جس تاکید کا حامل ہے وہ
کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ اور جیسا کہ آنحضرت صلعم کے ہر دوسرے
ارشاد کو مقبولیت کی برکت حاصل ہوئی اسی طرح اس ارشاد کو بھی
صحابہ کرامؓ نے اپنا حرزِ جان بنایا۔ چنانچہ حدیث میں لکھا ہے کہ:۔

عن جبلۃ عن سحیم ان رجلاً سأل ابن
عمر عن الاضحیۃ اواجبۃ ھی فقال ضحّی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون

فاعادها علیه فقال اتعقل ضحّی رسول الله
صلی الله علیه وسلم والمسلمون ۔ (ترمذی)

"یعنی جبلہؓ ابن سحیم روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا کہ کیا عید الاضحیٰ کی قربانی واجب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم خود بھی قربانی کرتے تھے اور آپؐ کی اتباع میں صحابہؓ بھی کرتے تھے ۔ اس شخص نے اپنے سوال کو پھر دُہرایا اور کہا ۔ کیا قربانی واجب ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کیا تم میری بات سمجھ نہیں سکتے؟ مَیں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی قربانی کیا کرتے تھے اور آپؐ کی اتّباع میں دوسرے مسلمان بھی کیا کرتے تھے ۔"

آنحضرت صلعم کا یہ کام صرف ذاتی شوق کی خاطر یا دوستوں اور غریبوں کو گوشت کھلانے کی غرض سے نہیں تھا بلکہ آپ اسے ایک دینی کام سمجھتے اور بھاری ثواب کا موجب خیال فرماتے تھے ۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ :۔

عن زید بن ارقمؓ قال قال اصحاب رسول الله

صلعم یارسول الله ماهٰذه الاضاحی قال
سُنّة ابیکم ابراهیم ۔ قالوا فمالنا فیها
یارسول الله قال بکل شعرةٍ حسنةٌ ۔

(ابن ماجہ و مسند احمدؒ بحوالہ مشکوٰۃ)

"یعنی زید بن ارقمؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ یہ عید الاضحیٰ کی قربانیاں کیسی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ۔ تمہارے جدِّامجد ابراہیمؑ کی جاری کی ہوئی سُنّت ہے ۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ پھر ہمارے لئے اس میں کیا فائدہ کی بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا قربانی کے جانور کے جسم کا ہر بال قربانی کرنے والے کیلئے ایک نیکی ہے جو اسے خدا سے اجر پانے کا مستحق بنائیگی ۔"

اس سے بڑھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید کی قربانیوں کے متعلق فرماتے تھے کہ :۔

ما عمل ابن آدم من عملٍ یوم النحر احبّ
الی الله من اهراق الدم ۔ (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ)

"یعنی خدا کی نظر میں عید الاضحیٰ والے دن انسان کا

کوئی عمل قربانی کے جانور کو ذبح کرنے اور اس کا خون
بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔"

اس حدیث میں "خون بہانے" کے الفاظ میں جانی قربانی کی اہمیت کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ ایک اور موقعہ پر آپؐ نے نہ صرف اپنی طرف سے قربانی کی بلکہ مزید تحریک اور تاکید کی غرض سے اپنی اُمت کی طرف سے بھی قربانی دی۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:-

عن عائشۃؓ انّ رسول اللّٰہ صلعم امر بکبشٍ ثمّ ذبحہٗ ثمّ قال بسم اللّٰہ اللّٰھمّ تقبّل من محمّدٍ و اٰل محمّدٍ ومن اُمّۃ محمّدٍ۔ (صحیح مسلم)

"یعنی حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک عید کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دنبہ منگوایا۔ پھر اسے خود اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔ اور ذبح کرتے ہوئے فرمایا کہ مَیں یہ دنبہ خدا کے نام کے ساتھ ذبح کرتا ہوں۔ اور پھر دعا فرمائی کہ اے میرے آسمانی آقا تو اس قربانی کو محمدؐ کی طرف سے اور محمدؐ کی

آل کی طرف سے اور محمدؐ کی اُمت کی طرف سے
قبول فرما۔"

کیا ان واضح اور قطعی روایتوں کے ہوتے ہوئے جو اس جگہ صرف نمونہ کے طور پر درج کی گئی ہیں کوئی سچا اور واقف کار مسلمان اس بات کے کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ قربانی صرف حاجیوں کے لئے مقرر ہے اور غیر حاجیوں کے لئے عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر کوئی قربانی مقرر نہیں؟

بے شک یہ درست ہے کہ قربانی صرف طاقت رکھنے والے لوگوں پر واجب ہے اور بعض احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر سارے گھر کی طرف سے ایک مستطیع شخص قربانی کر دے تو یہ قربانی سب کی طرف سے سمجھی جا سکتی ہے (ابوداؤد) مگر بہرحال عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر حسب توفیق قربانی کرنا ہمارے رسولؐ (فداہ نفسی) کی ایک مبارک سُنت ہے جس کے متعلق ہمارے آقا نے بہت تاکید فرمائی اور اسے بھاری ثواب کا موجب قرار دیا ہے۔

قرآن میں قربانیوں کا ذکر

اس موقعہ پر بعض لوگ یہ سوال اٹھایا کرتے ہیں کہ بے شک حدیثوں میں عیدالاضحیٰ کی قربانی کا ثبوت ملتا ہے اور تاکید بھی پائی جاتی ہے لیکن

چونکہ قرآن شریف میں اس کا کوئی ذکر نہیں اس لئے یہ ایک زائد قسم کی بات سمجھی جائے گی جسے زمانہ کے حالات کے ماتحت ترک کیا جا سکتا ہے مگر یہ نظریہ درست نہیں بلکہ اباحت اور زندیقی کے رجحانات سے معمور ہے۔ کیا قرآن شریف نے یہ نہیں فرمایا کہ:۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

(سورۃ احزاب ع۳)

"یعنی اے مسلمانو تمہارے لئے رسول اللہ کی سُنّت میں بہترین نمونہ موجود ہے جسے تمہیں اپنی زندگیوں کے لئے مشعلِ راہ بنانا چاہیئے۔"

اور دوسری جگہ فرماتا ہے اور بار بار کثرت کے ساتھ فرماتا ہے کہ:۔

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔

(مثلاً دیکھو سورۃ نساء ع۸)

"یعنی اے مسلمانو خدا کی اطاعت کرو اور اس کے ساتھ ساتھ رسول کی بھی اطاعت کرو۔"

اب اگر خدا کی اطاعت (یعنی دوسرے الفاظ میں صرف معیّن قرآنی وحی پر ہی) سارے اسلامی احکام کا خاتمہ ہو گیا تھا تو پھر قرآن مجید کو ان الفاظ کے زیادہ کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ

اطیعوا الرسول (یعنی رسول کی بھی اطاعت کرو) حق یہی ہے کہ چونکہ قرآنی وحی میں اختصار کی غرض سے کئی جگہ اجمال کا رنگ اختیار کیا گیا ہے اور ہر شخص اجمالی احکام کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا اس لئے خدا تعالےٰ نے کمال حکمت سے رسول کی اطاعت کو بھی شریعت کا حصہ قرار دیا ہے تا کہ شریعت کا کوئی پہلو ضروری تکمیل و تشریح سے قاصر نہ رہے اور نہ کوئی شخص جھوٹے عذر بنا کر شریعت کے حکموں کو ٹال سکے۔ پس اگر ایک بات قطعی شہادت کے ذریعہ سُنّت اور حدیث سے ثابت ہو جائے تو وہ ہمیں بہرحال قبول کرنی ہو گی اور میں اس شخص کی جرأت کو یقیناً بے دینی کا مظاہرہ خیال کرتا ہوں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے افضل الرسل اور خاتم النبیین کی اُمّت میں ہو کر پھر یہ کہتا ہے کہ میں محمدؐ کی بات نہیں مانتا۔ وہ اپنی بیوی اور اپنے بچوں اور اپنے دوستوں کی تو روزانہ سینکڑوں باتیں مانتا ہے مگر جب حضرت افضل الرسل سیّد وُلدِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بیان کی جائے تو کہتا ہے کہ یہ نہیں بلکہ کوئی قرآنی آیت پیش کرو۔ ھیھات ھیھات لما یصفون۔

لیکن حق یہ ہے کہ قرآن شریف بھی اس مسئلہ میں خاموش نہیں بلکہ اس نے بھی اپنے طریق کے مطابق قربانیوں کے مسئلہ پر

اصولی روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَر
اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَر۔ (قرآن کریم سورہ کوثر)

"یعنی اے رسول ہم نے تجھے اسلام کے ذریعہ ایک وسیع اور کامل نعمت عطا کی ہے۔ اب تجھے اس نعمت کو قائم رکھنے کے لئے چاہیئے کہ خدا کی عبادت ادا کر اور اس کے رستہ میں قربانی دے۔ اس کے نتیجہ میں دین و دنیا کی نعمتیں تیری طرف سمٹ آئیں گی اور تیرا دشمن خیر و برکت سے محروم رہے گا۔"

یہ آیت بلکہ یہ سورۃ (کیونکہ یہی ساری سورۃ ہے) مکہ کے آخری زمانہ میں یا مدینہ کے شروع زمانہ میں نازل ہوئی تھی (فتح القدیر امام شوکانی) جبکہ ابھی تک کعبہ کفار کے قبضہ میں تھا اور حج بھی ابھی فرض نہیں ہوا تھا۔ اس لئے اس جگہ نحر یعنی قربانی کے لفظ میں حج کی قربانی مراد نہیں سمجھی جائے گی بلکہ عام قربانی مراد سمجھی جائے گی جس کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ وسیع موقعہ عیدالاضحیٰ کے ایام ہیں۔ اور میں بتا چکا ہوں کہ عیدالاضحیٰ کا دوسرا نام یوم النحر بھی ہے اور یہی لفظ نحر اس آیت میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری

جگہ حج کے احکام کے ضمن میں قرآن شریف فرماتا ہے کہ:۔

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْھَدْیِ۔
(سورۃ بقرۃ)

"یعنی اے مسلمانو اگر تم کسی مجبوری کے نتیجہ میں حج سے روک دیئے جاؤ تو تمہیں چاہیئے کہ اس کے کفارہ کے طور پر خدا کے رستہ میں اپنی طاقت کے مطابق قربانی دو۔"

اب بے شک یہ آیت بظاہر حاجیوں کے متعلق ہے جو حج کے ارادہ سے نکلیں اور پھر رستہ میں کسی مجبوری (مثلاً بیماری یا دشمن کے روکنے یا زادِ راہ کے ضائع ہو جانے وغیرہ) کی وجہ سے حج کی تکمیل سے روک دیئے جائیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہا درجہ نکتہ رس طبیعت نے غالباً اس قرآنی آیت میں بھی یہ اشارہ سمجھا کہ ہر سچے مسلمان کے دل میں طبعاً حج کی خواہش ہوتی ہے اور اگر وہ کسی مجبوری کی وجہ سے حج کے لئے نہیں جا سکتا تو ایک طرح اس کا معاملہ بھی گویا اس آیت کے نیچے آجاتا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تم حج سے روک دیئے جاؤ تو قربانی دو۔ پس اگر غور کیا جائے تو اس آیت سے بھی عیدالاضحیٰ کی قربانی کا استدلال ہوتا ہے اور اغلب یہ ہے کہ جس طرح مثلاً نماز کے اجمالی حکم سے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازوں کے وقتوں کی تعیین فرما کر اِن کا حکم دیا۔ اسی طرح آپؐ نے حج سے روکے جانے کی صورت میں قربانی دینے کے حکم سے بھی یہ استدلال فرمایا ہوگا کہ ہر وہ مسلمان جو کسی مجبوری کی وجہ سے حج کو نہیں جا سکتا وہ گویا بالمعنیٰ اُحصِرتُم کے مفہوم میں آجاتا ہے۔ اور اگر وہ قربانی کی طاقت رکھتا ہے (کیونکہ طاقت کا ہونا بہرحال لازمی شرط ہے) تو اسے چاہیئے کہ قربانی دے کر نہ صرف حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کی یاد کو زندہ رکھے بلکہ حج کی محرومی کا کفارہ بھی ادا کرے۔ بہرحال ایک طرف قرآن شریف میں فصل لربك وانحر (نماز کو قائم کر اور قربانی دے) کا حکم نازل ہونا اور دوسری طرف یہ قرآنی ارشاد کہ "جب تم حج سے روکے جاؤ تو قربانی دو" اِس بات کی طرف ایک لطیف اشارہ کر رہے ہیں کہ قربانی کے حکم کی اصل بنیاد قرآن مجید پر ہی قائم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی دراصل اسی قرآنی حکم کی فرع ہیں۔

قربانی واجب ہے یا کہ سُنّت؟

اب رہا یہ سوال کہ آیا عیدالاضحیٰ کی قربانی فرض ہے یا کہ واجب یا سُنّت وغیرہ؟ سو گو غیر اصطلاحی طور پر

سُنّت کا لفظ اوپر کی حدیثوں میں آچکا ہے مگر بہرحال یہ فقہاء کی اصطلاحیں ہیں جن میں ہمیں جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے صرف اس قدر جاننا کافی ہے کہ قربانی کے حکم کی بنیاد قرآن نے قائم فرمائی اور پھر اس بنیاد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت اور اقوال اور ارشادات نے مستحکم کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھاری ثواب کا موجب قرار دیا۔ لیکن اگر کسی صاحب نے ائمہ فقہ کا مذہب اور اُن کی اصطلاح میں بھی اس مسئلہ کا مطالعہ کرنا ہو تو اس کے لئے ذیل کے دو مختصر سے حوالے کافی ہونے چاہئیں :-

اجمع المسلمون علی مشروعیتها....
...فالاضحیة سنة عین موکدة.......
والحنفية قالوا هي واجبة...... فاما
شروط سنتها فمنها القدرة - (کتاب الفقه
علی المذاهب الاربعة طبع مصری جلد ۱ صفحہ ۵۹۲ و صفحہ ۵۹۴)

"یعنی عیدالاضحیٰ کی قربانیوں کی مشروعیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ عام ائمہ فقہ کے نزدیک تو عیدالاضحیٰ کی قربانی ایک

سُنّت مؤکّدہ ہے لیکن حنفی اماموں کا یہ فتویٰ ہے
کہ وہ محض سُنّت ہی نہیں بلکہ **واجب** ہے اور
بہر صورت اس کی شرط یہ ہے کہ انسان مالی لحاظ سے
اس کی طاقت رکھتا ہو"۔

اسی طرح ترمذی کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ :۔

اختلفوا انّ الاضحیۃ واجبۃ او سُنّۃ
فذھب ابو حنیفۃ وصاحباہ انھا واجبۃ
علیٰ کلّ حُرّ مسلم مقیم موسر و عند
الشافعی سنّۃ موکّدۃ وھو المشھور
فی مذھب احمدؒ و فی مذھب مالک
انہ سنّۃ واجبۃ علیٰ من استطاعھا۔

(حاشیہ ترمذی)

"یعنی اِس بات میں اختلاف ہوا ہے کہ عیدالاضحیٰ
کی قربانی واجب ہے یا کہ سُنّت ؟ امام **ابوحنیفہ**
اور ان کے دُو ساتھیوں (امام ابو یوسف اور امام محمدؒ)
کا مذہب یہ ہے کہ ہر آزاد مقیم صاحبِ استطاعت
مسلمان پر عید کی قربانی **واجب** ہے مگر امام شافعی

کے نزدیک وہ واجب نہیں بلکہ **سُنّت مؤکّدہ** ہے
اور یہی مشہور مذہب امام احمدؒ کا ہے۔ اور امام
مالک کے نزدیک عید کی قربانی ایک ایسی سنّت ہے
جو واجب کی حد کو پہنچی ہوئی ہے بشرطیکہ مالی لحاظ
سے قربانی کرنے والے کو اس کی طاقت ہو"۔

اِن دو حوالوں سے ظاہر ہے کہ حنفی اماموں کے نزدیک (اور
مغربی پاکستان میں قریباً نوّے فیصدی مسلمان حنفی اصحاب ہی ہیں)
عیدالاضحیٰ کی قربانی ہر طاقت رکھنے والے مسلمان پر **واجب** ہے
اور قریباً یہی مذہب امام مالکؒ کا ہے۔ مگر دوسرے دو اماموں
کے نزدیک وہ واجب تو نہیں مگر **سنّت مؤکّدہ** ضرور ہے یعنی
وہ ایسی سنّت ہے جس کے متعلق حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے قول و فعل کے ذریعہ خاص تاکید فرمائی ہے۔ بس اس سے
زیادہ مجھے اِس مسئلہ میں فقہی لحاظ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔
وحسبک ما قال اللہ والرسول ولا جرم انہ ھو القول
المقبول۔

کیا موجودہ زمانہ میں بھی قربانی ضروری ہے

اِس سوال کا جواب
اُوپر گزر چکا ہے کہ

کیا عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی صرف حاجیوں کے لئے مقرر ہے یا کہ اسے طاقت رکھنے والے غیر حاجیوں کے لئے بھی ضروری قرار دیا گیا ہے؟ اب میں اِس بحث کے دوسرے سوال کو لیتا ہوں یعنی یہ کہ اگر عید الاضحیٰ کے موقعہ پر غیر حاجیوں کی قربانی کا ثبوت ملتا بھی ہو تو پھر بھی کیا موجودہ زمانہ کے حالات کے لحاظ سے یہ مناسب نہیں کہ بھاری تعداد میں جانور قربان کرکے ضائع کرنے کی بجائے مستحق لوگوں میں نقد روپیہ تقسیم کر دیا جائے جو کئی قسم کی ضرورتوں میں ان کے کام آ سکتا ہے۔ یا یہ روپیہ کسی قومی اور ملکی مصرف میں لایا جائے؟ سو اس کے متعلق اصولی طور پر تو صرف اس قدر جاننا کافی ہے کہ نقد روپے کی صورت میں غریبوں کی امداد کرنا موجودہ زمانہ کی ایجاد نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اس کا طریق موجود اور معلوم تھا اور خود قرآن شریف میں بھی جا بجا اِس قسم کی امداد کی تحریک پائی جاتی ہے۔ تو جب یہ طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی موجود تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بے شمار موقعوں پر استعمال بھی فرمایا تو ہر عقل مند انسان آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ جب حضرت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ خود ذاتِ باری تعالےٰ نے عید الاضحیٰ کے موقعہ پر نقد

روپے یا غلّہ وغیرہ (جو آسانی سے نقدی میں منتقل کیا جا سکتا ہے) کی تقسیم کی بجائے قربانی کا نظام قائم کرکے قربانیوں کی تاکید فرمائی (حالانکہ ان کے سامنے نقد روپے اور غلّہ وغیرہ کی تقسیم کا طریق موجود تھا) تو لامحالہ اِس طریق کے اختیار کرنے میں کوئی خاص مصلحت سمجھی جائے گی۔ ورنہ ایک زیادہ معروف اور زیادہ آسان طریق کو چھوڑ کر قربانی کا طریق کیوں اختیار کیا جاتا؟ پس اگر غور کیا جائے تو در اصل یہ فرق اور یہ امتیاز ہی اِس بات کی قطعی دلیل ہے کہ قربانی کا نظام مقرر کرنے میں خدا اور اس کے مقدس رسول ؐ کے سامنے کوئی خاص غرض مقصود تھی۔ اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ خدا کے سامنے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے حالات تھے اور اسے نعوذ باللہ موجودہ زمانہ کے حالات کی اطلاع نہیں تھی۔ کیونکہ خدا عالم الغیب ہے اور یقیناً کسی زمانہ کا کوئی امر بھی اس سے پوشیدہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ استدلال اور بھی زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دوسری عید یعنی عید الفطر کے موقعہ پر فطرانہ کی صورت میں غلّہ یا نقد روپے کی تقسیم کا نظام قائم فرمایا ہے۔ تو جب آپؐ عید الفطر کے موقعہ پر غلّہ یا نقدی کا نظام

جاری فرما سکتے تھے تو آپؐ کے لئے اِس بات میں کیا روک تھی کہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر بھی یہی نظام جاری فرما دیتے؟ پس دونوں عیدوں کے موقعہ پر **انفاق فی سبیل اللہ** کے طریق میں ایک بیّن اور نمایاں فرق قائم کرنا اِس بات کی قطعی اور یقینی **دلیل** ہے کہ خواہ ہمیں سمجھ آئے یا نہ آئے یہ **امتیاز** بہرحال کسی خاص مصلحت کی بناء پر قائم کیا گیا ہے۔ وھو المراد فافھم وتدبر ولا تکن من الممترین۔

کیا قربانیوں کا کوئی بدل بھی اختیار کیا جا سکتا ہے؟

زمانہ حال کے بعض علماء نے گو وہ یقیناً بہت قلیل تعداد میں ہیں لکھا ہے کہ شریعت نے حج کے موقعہ پر ھدی (یہ یاد رہے کہ ھدی کی اصطلاح سے وہ قربانی مراد ہے جو حاجی لوگ حرم میں کرتے ہیں اور اس کے مقابل پر اُضحیۃ غیر حاجیوں کی قربانی کا نام ہے جو وہ اپنے **گھروں** پر کرتے ہیں) کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں اسلام نے **روزوں** کا **کفارہ** یعنی بدل مقرر کیا ہے (سورۃ بقرۃ آیت ۱۹۷) جس کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ اسی اصول پر بعض حالات میں عید کی قربانی کا بدل

بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ اگر کسی حاجی کے سر میں تکلیف ہو اور اس کے لئے سر منڈانا ممکن نہ ہو تو اس کیلئے اسلام میں روزہ یا **صدقہ** کی صورت میں **بدل** مقرر کیا گیا ہے (سورۃ بقرہ آیت ۱۹۷) اور اس سے بھی یہ **استدلال** کیا جاتا ہے کہ شریعت نے بہرحال **بدل** کا اصول تسلیم کیا ہے تو کیوں نہ موجودہ زمانہ کے تقاضا کے مطابق عید کی قربانیوں کا بدل اختیار کر لیا جائے۔

مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ **استدلال** ایک دھوکے پر مبنی ہے۔ کیونکہ یہ احکام جن کی ذیل میں یہ **بدل** والے احکام دیئے گئے ہیں حج سے تعلق رکھتے ہیں نہ کہ غیر حاجیوں کی قربانی یعنی اُضحیۃ سے۔ اور ایک امر سے تعلق رکھنے والا حکم بلا دلیل دوسرے حکم پر چسپاں کرنا ہرگز جائز نہیں۔

علاوہ ازیں یہ احکام خود اِس بات کی دلیل ہیں کہ غیر حاجیوں کی قربانی کا کوئی **بدل** نہیں ورنہ جس طرح بعض صورتوں میں ھدی یعنی حج کی قربانی کے لئے بدل رکھا گیا ہے اسی طرح اُضحیۃ یعنی غیر حاجیوں کی قربانی کا بدل بھی مقرر کیا جا سکتا تھا۔ مگر خدا کی طرف سے حاجیوں کی قربانی کا بدل مقرر کیا جاتا اور غیر حاجیوں کی قربانی کا کوئی بدل مقرر نہ کیا جانا اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ اِس

معاملہ میں کسی بدل کا سوال نہیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ چونکہ حج کی بعض صورتوں میں قربانی ضروری رکھی گئی ہے اور حج خود اسلام کے اہم ترین ارکان میں سے ہے اسلئے لازماً حج میں قربانی کی طاقت نہ رکھنے والوں کے لئے قربانی کا کفارہ یعنی بدل مقرر کیا گیا ہے تاکہ غیر مستطیع حاجی یہ کفارہ ادا کرکے اپنے فرض کے معاملہ میں سرخرو ہو جائیں مگر جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے غیر حاجیوں پر قربانی فرض نہیں ہے بلکہ صرف واجب یا **سنّت مؤکدہ** ہے اسلئے اس کا بدل نہیں رکھا گیا۔ یہ بات ایسی ظاہر و عیاں ہے کہ اس میں کسی عقلمند انسان کے لئے شبہ کی گنجائش نہیں۔

اسلام مالی اور جانی دونو قسم کی قربانیوں کا حکم دیتا ہے

یہ تو اس سوال کا ایک اصولی جواب تھا۔ **حقیقی جواب** یہ ہے کہ ہماری شریعت جو ایک دائمی اور عالمگیر شریعت ہے اور ایک حکیم و علیم ہستی کی طرف سے آئی ہے۔ فطرتِ انسانی کے سارے پہلوؤں کی تربیت کو ملحوظ رکھتی ہے۔ اور گو تربیت انسانی کے بیسیوں پہلو ہیں مگر فطرتِ انسانی اور شریعت کے گہرے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے

کہ تربیت کے مختلف پہلوؤں میں سے شریعت نے دو پہلوؤں کو زیادہ اہمیت دی ہے اور یہ دو پہلو مال اور جان کی قربانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ دو پہلو حقیقۃً ایک جڑھ کے حکم میں ہیں جس سے آگے دوسری شاخیں پھوٹتی ہیں۔ روحانی اور اخلاقی تربیت کے اِن دو پہلوؤں کے متعلق قرآن شریف فرماتا ہے:-

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ۔

(سورۃ توبہ آیت ۱۱۱)

"یعنی خدا تعالےٰ نے مومنوں کی جانیں (انفس کے لفظ میں اپنی جان اور اپنے متعلقین کی جانیں ہر دو شامل ہیں) اور ان کے مال اس شرط کے ساتھ خرید لئے ہیں کہ وہ انہیں اس کے بدلہ میں جنّت عطا کرے گا۔"

اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ:-

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً ۔

(سورۃ نساء آیت ۹۶)

"یعنی خدا تعالےٰ نے ان لوگوں کو جو اپنے مالوں

اور اپنی جانوں کے ذریعہ خدا کے راستہ میں کوشش
کرتے رہتے ہیں ان لوگوں پر بھاری درجہ عطا کیا ہے جو
(صرف ذاتی نماز روزہ میں مصروف رہ کر) بیٹھے رہتے
ہیں۔"

پس مال اور جان کی قربانی اور ان قربانیوں کے لئے مومنوں کی تربیت کا انتظام اسلامی تعلیمات کا ایک اہم ترین حصہ ہے اور حق یہ ہے کہ یہی وہ دو وسیع میدان ہیں جس میں اسلام کی تمام قربانیاں مختلف صورتوں میں چکر لگاتی ہیں اور اسلام کے بیشتر احکام انہی دو قسم کی قربانیوں کی تربیت کے لئے نازل کئے گئے ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں قربانیاں فطرت انسانی کے لئے بنیادی چیزیں ہیں۔ اگر اسلام صرف مال کی قربانی پر زور دیتا یا اگر وہ صرف جان کی قربانی پر زور دیتا تو اِس ادھورے پروگرام کے ماتحت تربیت پانے والے لوگ یقیناً ایسے ہوتے کہ ان کا آدھا دھڑ تو تندرست اور تروتازہ ہوتا اور باقی آدھا دھڑ کمزور اور لاغر ہونے کی وجہ سے نیم مُردہ نظر آتا۔ اور یہ لوگ قومی امتحانوں کے زمانہ میں یقیناً کچے دھاگوں سے بہتر ثابت نہ ہوتے۔ پس اسلام نے کمال حکمت سے ان دونوں قسم کی تربیت کو اہمیت دیکر

ان کی طرف یکساں توجہ دی ہے۔ اس نے مسلمانوں سے مالی قربانی بھی کرائی ہے اور جانی قربانی کی تربیت کے لئے بھی مناسب احکام صادر کئے ہیں۔ اور اسی مضمون کی طرف اُوپر کی آیتوں میں اشارہ کیا گیا ہے تاکہ یہ بتایا جائے کہ حقیقی جنّت انسان کو صرف اِس صورت میں مل سکتی ہے (خواہ وہ دُنیا کی جنّت ہو یا دین کی جنّت) کہ جب وہ مالی اور جانی دونوں قسم کی قربانی پیش کرے اور یقیناً قوموں کی ترقی کا بھی اِس دوہری قربانی کے سوا کوئی اَور ذریعہ نہیں۔ انہیں لازماً جانی اور مالی ہر دو قسم کی قربانیوں کی بھٹّی میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تب جاکر ان کا پودا پروان چڑھتا ہے۔ پس اسلام نے جو عید الاضحیٰ کے موقعہ پر جانوروں کی قربانی مقرر فرمائی ہے اس میں یہی گہری غرض مدنظر ہے کہ تا اس ذریعہ سے مسلمانوں کو جانی قربانی کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اور یہ غرض عید الاضحیٰ کی قربانی سے تین طرح حاصل ہوتی ہے:-

(اوّل) اِس طرح کہ اِس قربانی کے ذریعہ حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کی یاد زندہ ہوتی اور تازہ رہتی ہے۔ جنہوں نے اپنا جسم اور اپنی رُوح دونو خدا کی راہ میں قربان کردئیے۔ اور پھر اس قربانی کے نتیجہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا مبارک ثمر پیدا ہُوا۔

(دوم) اس طرح کہ مسلمانوں کو اس ذریعہ سے توجہ دلائی جائے کہ جس طرح یہ بھیڑیں اور یہ بکریاں اور یہ اونٹ اور یہ گائیں جو انسانوں کی ملکیت ہیں اور ان کی جانیں انسان کے فائدہ کی خاطر قربان ہوتی ہیں اسی طرح انسان کو جو **اشرف المخلوقات** ہے اسے چاہیئے کہ وہ بھی ضرورت کے وقت اپنی قوم اور اپنے دین اور اپنے خالق و مالک خدا کی خاطر قربان ہونے کے لئے تیار رہے اور وقت آنے پر کچا دھاگا ثابت ہونے کی بجائے لبیک لبیک کہتا ہوا آگے آجائے۔

(سوم) اس طرح کہ جانوروں کے ذبح ہونے کا نظارہ دکھا کر مسلمانوں کے دلوں میں سے خوف اور دہشت کے ان رقیق جذبات کا استیصال کیا جائے جو اکثر گوشت نہ کھانے والی قوموں کے اندر پیدا ہو کر ان کی کمزوری کا موجب بن جاتے ہیں۔ اور اسی لئے اسلام نے اس بات کی تحریک کی ہے کہ حتی الوسع قربانی کرنے والا خود اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرے اور کم از کم کسی خاص مجبوری کے سوا اپنے سامنے قربانی کرائے تا اس میں جانی قربانی کے نظارے دیکھنے کی جرأت پیدا ہو۔ چنانچہ کتاب الفقہ میں امام **ابوحنیفہ** کا مذہب ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

ان یذبح بیدہ ان کان یعرف المذبح و الّا

یشھدھا و یأمر غیرہ۔

(کتاب الفقہ طبع مصری جلد اصفحہ ۶۰۱)

"یعنی قربانی کرنے والے کو چاہیئے کہ اگر وہ ذبح کرنا جانتا ہے تو خود اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرے ورنہ دوسرے سے ذبح کراتے ہوئے قربانی کے وقت خود موجود ہو۔"

یہ وہ تین عظیم الشان سبق ہیں جو قربانیوں کے حکم میں مسلمانوں کو سکھائے گئے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آجکل کے بعض نو تعلیم یافتہ لوگ جو اسرارِ شریعت سے بالکل ناواقف ہیں اور ہر چیز کو مادی عینک کی نظر سے دیکھنا چاہتے ہیں قربانیوں کی حکمت اور ان کی غرض و غایت کو سمجھنے کے بغیر شور مچا رہے ہیں کہ ان قربانیوں کو مٹا کر ان کی جگہ نقد امداد کا انتظام قائم کر دیا جائے۔ گویا ان کے خیال میں اسلام میں مال کی قربانی کا انتظام تو قائم رہے مگر جان کی قربانی کا جذبہ بالکل ختم کر دیا جائے۔ اور شریعت کے آدھے دھڑ کو مفلوج کر کے انسان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کا شیرازہ اس طرح بکھیر دیا جائے کہ اسے پھر مجتمع ہونے کی طاقت نہ رہے۔ افسوس۔ صد افسوس! کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

اسلامی شریعت دائمی ہے اور اس میں ردّ و بدل ممکن نہیں

ایک اور جواب اس سوال کا یہ بھی ہے کہ جب ہمارا یہ ایمان ہے کہ اسلامی شریعت ہمارے علیم و حکیم خدا کی نازل کردہ ہے جو ہر قسم کی انسانی ضرورتوں اور ان ضرورتوں کے پورا کرنے کے مناسب طریقوں کو سب سے بہتر جانتا ہے اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ اسلام کی شریعت دائمی اور غیر مبدّل ہے تو اس صورت میں ہمارا کیا حق ہے کہ ہم اس کے حکموں میں اپنے خیال سے تبدیلیاں کرتے پھریں؟ اور اس طرح شریعت کو نعوذ باللہ انسانوں کے تخیل کا کھلونا بنا دیں۔
بے شک جہاں خود شریعت نے حالات کی رعایت ملحوظ رکھی ہو اور اپنے کسی حکم میں لچک پیدا کی ہو وہاں یہ رعایت ضرور مدّ نظر رکھی جائے گی۔ مثلاً شریعت نے نماز سے پہلے وضو کا حکم دیا ہے مگر ساتھ ہی فرما دیا ہے کہ اگر پانی نہ ملے یا وضو کرنے سے بیمار ہو جانے کا ڈر ہو تو وضو کو ترک کر کے تیمم کر لو۔ اسی طرح مثلاً شریعت نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے مگر ساتھ ہی یہ رعایت رکھ دی

ہے کہ اگر بیمار ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ لو۔ یا شریعت نے رمضان کے روزے فرض کئے ہیں لیکن اس حکم کے ساتھ یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو تو رمضان کے روزے ترک کر کے دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لو وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب صورتیں بالکل جائز اور ہمارے دینِ متین کا ضروری حصہ ہیں مگر کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ شریعت نے عید الاضحیٰ کی قربانی کے معاملہ میں بھی اس قسم کی کوئی رعایت دی ہو۔ پس جب شریعت نے یہ رعایت نہیں دی اور شریعت دائمی اور ابدی ہے تو کسی شخص کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اپنی طرف سے شریعت کے احکام میں دخل دے کر کوئی نیا رستہ تجویز کرے؟

مگر جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں ایک رعایت اسلام نے قربانیوں کے معاملہ میں بھی ضرور دی ہے اور یہ رعایت لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا (یعنی خدا انسان پر صرف اسی قدر ذمہ داری ڈالتا ہے جو اس کی طاقت کے اندر ہو) کے سنہری اصول کے ماتحت دی گئی ہے۔ اس رعایت کا مقصد یہ ہے کہ صرف وہی لوگ قربانی کریں جن کی مالی حالت اس کی اجازت دے۔ غیر مستطیع لوگوں پر جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتے یہ بوجھ کسی صورت میں نہیں

ڈالا گیا۔ اور قربانی کے گوشت کے بہتر سے بہتر استعمال کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ (۱) خود بھی کھاؤ (۲) اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی دو (۳) اپنے ہمسایوں کو بھی ہدیہ بھجواؤ اور (۴) اپنے محلّہ کے غریب اور مفلس لوگوں میں بھی تقسیم کرو تا کہ جانی قربانی کے سبق کے علاوہ اس عید کی خوشی میں جس طرح تمہاری روحیں حصّہ لیتی ہیں اُسی طرح تمہارے جسم بھی حصّہ لیں اور تمہارے عزیز اور اقارب اور غریب ہمسائے بھی حصّہ لیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ عبادت کے اجر میں جسم کا حصّہ اسلئے رکھا گیا ہے کہ جب عبادت اور خدمتِ دین کے کام میں جسم اور رُوح دونو پر بوجھ پڑتا ہے تو یہ خدائے رحیم و حکیم کی رحمت سے بعید ہے کہ وہ عبادت کی ادائیگی میں تو جسم اور رُوح دونو پر بوجھ ڈالے مگر اس کے اجر میں جسم کو محروم کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں عیدوں کے روحانی پہلو پر زور دیا ہے وہاں آپ نے یہ حکیمانہ الفاظ بھی فرمائے ہیں کہ:۔

ایّام التشریق ایّام اکلٍ و شربٍ و ذکر اللہ۔

(صحیح مسلم)

"یعنی اے مسلمانو عید کے ایام میں اپنے جسموں کا بھی حق ادا کیا کرو اور انہیں دوسرے ایّام کی نسبت زیادہ بہتر

اور زیادہ سیر کن کھانا دو کیونکہ ذکر الٰہی کے ساتھ ساتھ یہ دن تمہارے کھانے پینے کے بھی دن ہیں۔"

اللہ اللہ! ہمارا آقا کتنا شفیق و مہربان ہے کہ اس نے انسانی اعمال کا بدلہ دیتے ہوئے اس کے فانی جسم کے حق کو بھی فراموش نہیں کیا اور کس دانشمندی کے ساتھ فرمایا ہے کہ جہاں تم عید کے دن نمازیں پڑھو دُعائیں کرو اور ذکرِ الٰہی میں وقت گزارو وہاں اپنے جسموں کو بھی ان خاص ایّام میں خاص کھانا دیکر زیادہ راحت پہنچاؤ۔ کیونکہ وہ بھی تمہاری دینی خدمت میں تمہاری روحوں کے مددگار رہے ہیں اور ان کا حق کسی صورت میں نظر انداز نہیں ہونا چاہیئے۔ اور پھر صرف خود ہی نہ کھاؤ بلکہ اپنے غریب بھائیوں کو بھی دو تا یہ نہ ہو کہ تمہارے گھر میں تو گوشت کی دیگیں چڑھیں اور تمہارے غریب ہمسائے ایک لقمہ اور ایک بوٹی تک کو ترسیں۔

جانوروں کی قلّت کے خطرہ کا سوال

یہ مضمون میرے اندازہ سے زیادہ لمبا ہو گیا ہے مگر اسے ختم کرنے سے قبل ایک آخری سوال کا جواب دینا ضروری ہے اور وہ یہ کہ آجکل عید الاضحیٰ کی قربانی کے خلاف آواز اٹھانے والوں کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ پاکستان بننے کے بعد

ملک میں گوشت کھانے والوں کی کثرت اور گوشت کے جانوروں کی نسبتاً قلت ہوگئی ہے اسلئے ملک کے اقتصادی نظام کے ماتحت جانوروں کو بے دریغ ذبح کرنے سے بچانا ضروری ہے۔ ورنہ خطرہ ہے کہ کل کو نہ صرف گوشت کا قحط بلکہ زمیندارہ استعمال کے جانوروں کی قلت بھی ملک کی خوراک کے سوال کو نازک صورت نہ دیدے۔ یہ سوال بظاہر اہم اور قابلِ غور نظر آتا ہے کیونکہ اس میں شبہ نہیں کہ ایک تو ملکی تقسیم کے فسادات کے دوران میں کئی جانور ضائع ہوگئے اور دوسرے مغربی پاکستان میں خالص مسلمان آبادی کے بڑھ جانے سے گوشت کا خرچ بھی لازماً پہلے کی نسبت زیادہ ہوگیا ہے اسلئے موجودہ حالات میں ایک حد تک جانوروں کی قلت کا اندیشہ ضرور سمجھا جا سکتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ اندیشہ اتنا حقیقی نہیں کہ قطع نظر دینی مسئلہ کے اس کی وجہ سے قربانیوں کو روکنے کا خیال پیدا ہو۔ کیونکہ اوّل تو اگر غور سے دیکھا جائے تو قربانی کرنے والے لوگ غالباً ساری آبادی کے لحاظ سے صرف نصف فی صدی ہوتے ہیں۔ مثلاً لائلپور پاکستان کے بڑے شہروں میں سے ایک شہر ہے اور وہ ہے بھی کافی متموّل شہر جس میں بڑے بڑے کارخانے پائے جاتے ہیں بلکہ لائلپور کا سارا ضلع ہی اپنی زرخیز اراضی کی وجہ سے سب سے زیادہ متموّل ضلع سمجھا جاتا ہے۔ اب

اس کے اعداد و شمار سے پتہ لگا ہے کہ گزشتہ (یعنی سنہ ۱۹۵۹ء کی) عیدالاضحی کے تین دنوں میں لائلپور شہر میں (بشمول مضافات) سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) جانور ذبح ہوئے ہیں اور کل ضلع لائلپور میں بشمول شہر ستائیس ہزار (۲۷۰۰۰) قربانیاں ہوئیں یعنی ضلع بھر میں شہر کی نسبت صرف دس ہزار قربانیاں زیادہ ہیں۔ اب اگر ضلع لائلپور کی آبادی پچیس ۲۵ چھبیس ۲۶ لاکھ سمجھی جائے تو یہ قریباً ایک فی صدی یا اس سے کچھ زیادہ شرح بنتی ہے۔ اور خالص دیہاتی آبادی کی شرح اگر سارے ملک پر پھیلا کر دیکھی جائے تو یقیناً نصف فی صدی بلکہ اس سے بھی کم ہوگی کیونکہ دیہات میں عموماً بہت کم قربانی ہوتی ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ پاکستان کی آبادی کا نوّے ۹۰ فی صدی حصہ دیہات میں آباد ہے۔ ان اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ اگر پاکستان میں نسلِ حیوانی کی افزائش کا خاطر خواہ انتظام ہو جیسا کہ دوسرے ترقی یافتہ ملکوں میں ہوتا ہے تو گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں۔ ہاں اگر صرف خرچ ہی خرچ ہو اور آمد بڑھانے کی کوئی صورت نہ کی جائے تو ظاہر ہے کہ پھر قارون کا خزانہ بھی مکتفی نہیں ہوسکتا۔

اور پھر بعض احادیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر ایک گھر میں ایک سے زیادہ قربانی کرنے والے افراد موجود ہوں تو باوجود طاقت رکھنے والے افراد کی تعداد زیادہ ہونے کے سارے گھر کی طرف سے

صرف ایک قربانی کافی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ:۔

یا ایّھا النّاس انّ علٰی اھل کلّ بیتٍ فی کلّ عامٍ اضحیۃً۔ (ابوداؤد کتاب ماجاء فی ایجاب الاضاحی)

"یعنی اے لوگو ہر ذی استطاعت گھر کے لئے ایک سال میں ایک جانور کی قربانی کافی ہے۔"

اسی لئے اکثر فقہاء نے ایک گھر کو بلکہ بعض نے تو قربانی کے لحاظ سے ایک خاندان کو ایک ہی یونٹ قرار دیا ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ)

اس کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہے کہ قربانی کے ایام میں جانوروں کو عام تجارتی رنگ میں ذبح کرنے کا سلسلہ رُک جاتا ہے اور گوشت کی دکانیں عملاً بند ہو جاتی ہیں کیونکہ گوشت کھانے والا طبقہ یا تو خود قربانی کر کے اپنے لئے گوشت مہیّا کر لیتا ہے اور یا اسے اس کے عزیزوں اور دوستوں اور ہمسایوں کی طرف سے گوشت کا ہدیہ پہنچ جاتا ہے۔ پس اگر ایک طرف عید کے ایام میں قربانی زیادہ ہوتی ہے تو دوسری طرف اِن ایّام میں عام جانوروں کے ذبح کا سلسلہ کم بھی ہو جاتا ہے اور اس طرح یہ فرق زیادہ نہیں رہتا۔

قربانی کے جانوروں کے متعلّق بعض پابندیاں

پھر قربانی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے انتخاب کے لئے بھی کچھ شرطیں مقرر فرمائی ہیں مثلاً یہ کہ (۱) وہ اِس اِس عمر سے کم عمر کا جانور نہ ہو تاکہ جانوروں کی افزائش پر کوئی خراب اثر نہ پڑے۔ یا (۲) یہ کہ دودھ دینے والا جانور ذبح نہ کیا جائے تاکہ لوگوں کی ضروری غذائیت میں کوئی کمی نہ آئے وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ جب ایک دفعہ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک دودھ دینے والی بکری ذبح کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا ایّاکَ والحلوب "یعنی دیکھنا دودھ دینے والا جانور ذبح نہ کرنا۔" (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الاطعمۃ) اسی طرح (۳) شریعت نے گائے کی قربانی میں سات آدمیوں کی اور اونٹ میں دس آدمیوں کی شرکت جائز رکھی ہے تاکہ جانوروں کا بلا وجہ ضیاع نہ ہو۔ علاوہ ازیں قربانی کی طاقت رکھنے والوں کی تشریح کرتے ہوئے فقہاء کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ قربانی کے لئے یہ شرط ہے کہ ایسا شخص قربانی دے جس کے پاس اپنا مکان ہو۔ مناسب اثاثہ ہو۔ کم از کم بیس دینار سونا یا دو سو درہم چاندی یا اس قیمت کی جائداد ہو اور اس پر اتنا قرض نہ ہو کہ اس کی جائداد اس حد سے نیچے گر جائے۔ نیز وہ سفر کی حالت

میں نہ ہو بلکہ مقیم ہو۔ (بدائع الصنائع مصنفہ ملک العلماء امام علاء الدین جلد ۵ صفحہ ۶۳ و ۶۴)

پس جب شریعت نے خود کمال حکمت سے مناسب شرطیں اور ضروری حدبندیاں لگا رکھی ہیں اور ان حدبندیوں کی وجہ سے جانوروں کا بے دریغ اتلاف ممکن نہیں رہتا تو خواہ نخواہ شریعت کے ایک حکیمانہ حکم میں جو انفرادی اور قومی تربیت کے لئے ضروری ہے روک پیدا کر کے بے دینی کا داغ مول لینا کہاں کی عقلمندی ہے؟

پھر طبّی سائنس اور علمِ حیوانات کی رُو سے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک نر جانور بہت سی مادہ جانوروں میں نسل کشی کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ پس اگر دودھ والے مادہ جانور محفوظ رہیں اور نر جانوروں میں اتنی کمی نہ آئے جو نسل کی ترقی کو مخدوش کر دے تو حقیقۃً کوئی خطرہ باقی نہیں رہتا اور زمیندارہ کام میں استعمال ہونے والے جانوروں کو تو ویسے بھی کوئی شخص ذبح نہیں کرتا اور نہ سمجھدار زمیندار اس گھاٹے کے سودے کے لئے کبھی تیار ہوتے ہیں۔ پس جس جہت سے بھی دیکھا جائے یہ خطرہ ایک خیالی خطرہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ بایں ہمہ اگر حکومت ضروری خیال کرے تو اسے یہ انتظامی حق حاصل ہے کہ قربانیوں کے معاملہ میں دخل دینے کے بغیر بعض خاص قسم کے

کار آمد جانوروں کے ذبح کرنے کو ملکی مفاد کے ماتحت روک دے یا ہفتہ کے بعض دنوں میں جانوروں کا ذبح کیا جانا ممنوع کر دے جیسا کہ آجکل حکومت نے کیا ہوا ہے اور اگر ضروری ہو تو حکومت موجودہ حدبندی کو بڑھا بھی سکتی ہے یا کوئی اور جائز پابندی لگا سکتی ہے مگر خدا را شریعت کے معاملات میں دخل دے کر بے برکتی نہ مول لی جائے۔

جانوروں کی افزائشِ نسل کی طرف توجہ دی جائے

اسی طرح پاکستان کی حکومت دوسرے ملکوں کی بیدار مغز حکومتوں کی طرح جانوروں کی نسلی افزائش کے واسطے بھی کئی قسم کی مفید تدابیر اختیار کر سکتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ یورپ اور امریکہ کے عیسائی ممالک میں ایک طرف سرد آب و ہوا اور دوسری طرف افراد کے نسبتی تموّل کی وجہ سے بہت زیادہ جانور ذبح کئے جاتے اور بہت زیادہ گوشت کھایا جاتا ہے حتّٰی کہ اگر فی کس گوشت کی نسبت نکالی جائے تو یہ خیال کرنا بعید از قیاس نہ ہوگا کہ یورپ و امریکہ کا آدمی پاکستان کے آدمی کی نسبت غالباً چار پانچ گنا زیادہ گوشت کھاتا ہے لیکن باوجود اس کے وہاں جانوروں کے قحط کا کوئی خاص خطرہ محسوس نہیں کیا جاتا جس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں ایک طرف جانوروں کو موٹا کرنے اور دوسری طرف ان کی نسل کو

بڑھانے اور تیسری طرف ان کی بیماریوں کو کم کرنے کی خاص تدابیر پر عمل کیا جاتا ہے لیکن اس کے مقابل پر یہاں اکثر لوگوں کو شریعت کے احکام میں دخل دینے کے سوا کوئی تدبیر نہیں سوجھتی اور امکانی اقتصادی خطرہ کو دُور کرنے کا علاج صرف یہی نظر آتا ہے کہ شرعی قربانی کو روک کر جانوروں کو محفوظ کر لیا جائے !! - یہ ایک بہت افسوس کا مقام ہے جس کی طرف اربابِ حلّ وعقد اور مُلک کے سمجھدار طبقہ کو فوری توجہ دینی چاہیئے - ورنہ بے دینی بھی پیدا ہوگی اور غلط علاج کی وجہ سے اقتصادی نظام بھی تباہ ہو جائے گا۔

شریعت نے گوشت کے استعمال میں ناواجب اسراف کو بھی روکا ہے

بایں ہمہ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہماری حکیمانہ شریعت نے گوشت کے بہت زیادہ استعمال کو پسند نہیں کیا اور انسانی قویٰ اور انسانی اخلاق کی خاطر خواہ حفاظت اور درستی کے لئے ہدایت فرمائی ہے کہ انسانی خوراک میں گوشت اور اناج اور سبزیوں اور پھلوں وغیرہ کا مناسب توازن قائم رہنا چاہیئے - چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:-

کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ؕ (اعراف آیت ۳۲)

"یعنی اے مسلمانو تم بے شک خدا کی پیدا کی ہوئی ہر قسم کی طیّب خوراک استعمال کرو مگر کسی ایک خوراک پر حد سے زیادہ زور نہ دو کیونکہ خدا تعالیٰ ایک ہی قسم کی خوراک میں اسراف کا طریق اختیار کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا"

اس ہدایت کے مطابق اگر شریعت میں دخل دینے کے بغیر جانوروں کے عام ذبیحہ کو مناسب طریق پر کنٹرول کیا جائے تو بالکل جائز ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ کہ:-

(۱) **عیدالاضحیٰ** کا نام خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رکھا ہُوا ہے جو اسے اسلام کی دوسری عید یعنی **عیدالفطر** سے ممتاز کرتا ہے اور اس کا یہ نام ہی (جو بدقسمتی سے آجکل غلطی سے عید اضحیٰ مشہور ہوگیا ہے) اس عید کی غرض و غایت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ **عیدالاضحیٰ** کے معنی قربانیوں کی عید کے ہیں اور یہ عید حضرت اسمٰعیلؑ کے **جسم** اور **رُوح** کی قربانی کی یاد میں مقرر کی گئی ہے۔ جس کے نتیجہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کامل و مکمّل وجود پیدا ہُوا۔

(۲) قرآن شریف نے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کا حکم نازل کرکے

اور اس کے ساتھ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ
کا ارشاد شامل کر کے اسلام میں قربانیوں کی بُنیاد قائم فرمائی ہے۔

(۳) حدیث میں اِس بات کا واضح اور قطعی ثبوت ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کا حکم نازل ہونے کے بعد حج میں شامل نہ ہونے کی صورت میں بھی ہمیشہ عید کے موقعہ پر قربانی فرمائی اور اس کی تاکید کی اور اسے بڑے ثواب کا موجب ٹھہرایا بلکہ یہاں تک فرمایا کہ جو مسلمان قربانی کی طاقت رکھتے ہوئے قربانی نہیں کرتا خواہ سارے گھر کی طرف سے ایک ہی قربانی ہو اس کا کیا کام ہے کہ ہماری عیدگاہ میں آکر نماز میں شامل ہو؟

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے ماتحت مستطیع صحابہؓ نے بھی ہمیشہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پہ قربانی کی اور اسے ایک مقدس سُنّت اور موجبِ ثواب نیکی شمار کیا۔

(۵) عید الاضحیٰ کی قربانیوں کی مشروعیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ فقہ کے اماموں میں سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دونو ساتھی عید الاضحیٰ کی قربانی کو طاقت رکھنے والے مسلمانوں کے لئے واجب قرار دیتے تھے اور قریباً یہی مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو اسے سُنّتِ واجبہ شمار کرتے

ہیں اور باقی دو اماموں نے اسے سُنّتِ مؤکّدہ قرار دیا ہے گو بہرحال سب کے نزدیک طاقت اور قدرت کا ہونا ضروری شرط ہے۔

(۶) یہ خیال کہ کیوں نہ قربانی کی جگہ نقد امداد کا انتظام جاری کر دیا جائے ایک ملحدانہ خیال ہے۔ کیونکہ (الف) اِس سے شریعت میں جو خدا اور رسولؐ کی قائم کردہ ہے اور وہ الٰہی نوعیت رکھتی ہے ناجائز دخل اندازی کا رنگ پیدا ہوتا ہے اور (ب) اس سے وہ حکیمانہ غرض و غایت فوت ہو جاتی ہے جو قربانیوں کے نظام میں ملحوظ رکھی گئی ہے یعنی مسلمانوں کے اندر جانی قربانی کی روایات کو زندہ رکھنا اور اس کی تحریک کرنا اور تربیت دینا۔

(۷) یہ اندیشہ بالکل موہوم ہے کہ عید الاضحیٰ کی قربانیوں سے ملک کے جانور اتنے کم ہو جائیں گے کہ خوراک کی قلت کا اندیشہ پیدا ہو جائیگا اگر چودہ سَو سال کے اندر کسی اسلامی ملک میں یہ خطرہ پیدا نہیں ہوا (حالانکہ گزشتہ زمانوں میں مسلمانوں میں دولت زیادہ تھی) تو پاکستان میں کیوں پیدا ہوگا؟ خصوصاً جب کہ قربانی کرنے والا طبقہ ملکی آبادی کا ایک بہت ہی قلیل حصہ ہوتا ہے۔ اور پھر شریعت نے خود بھی قربانی کے لئے مناسب حد بندیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ علاوہ ازیں اگر حکومت جانوروں کی نسلی افزائش اور ان کی فربہی اور ترقی اور

ان کی بیماریوں کے انسداد کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرے تو جانوروں کی قلت کا کوئی دُور کا امکان بھی نہیں رہتا۔

(۸) بایں ہمہ گوشت کھانے میں اسراف کے طریق کو اسلام نے پسند نہیں کیا اور ہدایت فرمائی ہے کہ مسلمانوں کو مختلف قسم کی ملی جُلی غذا یا ادل بدل کر غذا کھانی چاہیئے کیونکہ غذا کا انسان کے اخلاق اور اس کے قویٰ پر گہرا اثر ہوتا ہے۔

مسلمانوں میں تقویٰ اور دینداری کی ضرورت

مَیں سمجھتا ہوں کہ مَیں نے اِس مسئلہ کے سارے ضروری پہلوؤں پر جو اِس وقت زیر بحث ہیں اصولی روشنی ڈال دی ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں دین کے لئے رغبت اور دینی باتوں کے لئے احترام کا جذبہ اور احکام شریعت کے سیکھنے کا شوق پیدا ہو کیونکہ اس کے بغیر موجودہ زمانہ کے مادی رجحانات کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب تک دل بیمار ہے جوارح کا علاج کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:۔

اِنَّ فی جسد الانسان لمُضغۃ اذا فسدت فسد الجسد کُلّہ و اذا صلحت صلح الجسد کلّہ

اَلَا و ھِیَ القلب۔ (بخاری کتاب الایمان)

"یعنی انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ایسا ہے کہ اگر وہ خراب ہو تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے اور اگر وہ ٹھیک ہو تو تمام جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور اے مسلمانو کان کھول کر سُن لو کہ وہ دِل ہے"۔

پس ضرورت دِل کے ٹھیک ہونے کی ہے کیونکہ گو خیالات اور اعمال کا آلہ دماغ اور اعضاء ہیں مگر تقویٰ کا مرکز دل ہے اور تقویٰ اُس بیج اور جڑھ کا نام ہے جس سے تمام نیک خیالات اور نیک اعمال کا درخت پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے سلسلہ کے مقدس بانیؑ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:۔

ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اِتقا ہے
اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے

گوشت کے ناواجب ضیاع کا سدِّ باب

عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر جانوروں کے ناواجب ضیاع کے متعلق اُوپر لکھا جا چکا ہے کہ کس طرح ہماری حکیمانہ شریعت نے مختلف تدبیروں سے اس معاملہ میں بے دریغ ضیاع کو روکنے کا انتظام کیا ہے۔ اب مَیں یہ بتاتا ہوں کہ اسلام نے صرف

جانوروں کے اتلاف کے متعلق ہی حفاظت نہیں فرمائی بلکہ گوشت کے ناواجب ضیاع کا بھی سدِّباب کیا ہے۔ مگر اِس سوال کی اہمیت کے پیشِ نظر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کے امکانی ضیاع کے انسداد کے متعلق اسلامی تعلیم کا خلاصہ پھر مختصر سے الفاظ میں بیان کر دیا جائے کیونکہ یہ دونو سوال آپس میں بالکل مربوط ہیں۔ سو جاننا چاہیئے کہ جیسا کہ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے یہ خطرہ کہ عید کی قربانیوں سے ملک میں جانوروں کا قحط ہو جائے گا ایک موہوم اور خیالی خطرہ ہے کیونکہ اسلام نے قربانیوں کے تعلق میں بعض ایسی حکیمانہ شرطیں لگا دی ہیں کہ انہیں ملحوظ رکھتے ہوئے یہ خطرہ حقیقۃً کبھی پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ مثلاً :-

(۱) قربانی صرف مستطیع لوگوں کے لئے مقرر کی گئی ہے نہ کہ سب کے لئے اور

(۲) اگر ایک گھر میں ایک سے زیادہ مستطیع لوگ موجود ہوں تو اِس صورت میں گھر کے صرف ایک شخص کی طرف سے ہی قربانی کافی ہو جاتی ہے اور

(۳) کم عمر جانوروں کی قربانی جائز نہیں رکھی گئی تا کہ نسلِ حیوانی کی قلت کا خطرہ نہ پیدا ہو اور

(۴) دودھ دینے والے جانوروں کی قربانی بھی مناسب نہیں سمجھی گئی اور

(۵) گائے یا بھینس یا اونٹ میں سات یا دس آدمیوں کی شرکت جائز قرار دی گئی ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ کم سے کم قربانیوں سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

(۶) اور پھر اسلام نے زیادہ گوشت کھانے اور اس معاملہ میں اسراف کرنے کو بھی پسند نہیں کیا اور ہدایت دی ہے کہ قومی اخلاق کی درستی کے لئے مسلمانوں کو گوشت اور سبزی اور اناج اور پھلوں وغیرہ کی مِلی جُلی غذا کھانی چاہیئے۔

اس کے علاوہ جیسا کہ مَیں نے لکھا ہے قربانی کے دنوں میں گوشت کی دکانیں عموماً بند ہو جاتی ہیں اور تجارتی رنگ میں جانوروں کا ذبح ہونا رُک جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک طرف قربانی کی وجہ سے زیادہ جانور ذبح ہوتے ہیں تو دوسری طرف عام تجارتی ذبح کا سلسلہ بند ہو جانے سے ذبح ہونے والے جانوروں کی تعداد میں کمی بھی آجاتی ہے۔ اِن ساری باتوں کا مجموعی نتیجہ یقیناً اِس مزعومہ خطرہ کا پُورا پُورا انسداد کر دیتا ہے جو قربانی کی وجہ سے پیدا ہو سکتا ہے۔

پھر مَیں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ترقی یافتہ ملکوں کی طرح جہاں بہت زیادہ

گوشت کھایا جاتا ہے حکومتِ پاکستان کا بھی یہ فرض ہے کہ جانوروں کی افزائشِ نسل اور ان کی بیماریوں کی روک تھام کیلئے ضروری تدابیر اختیار کرے۔ ان جملہ امور کے ہوتے ہوئے یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ عید الاضحیٰ کی قربانیاں (جو سال میں صرف ایک دفعہ آتی ہیں) ملک میں جانوروں کی قلت کا موجب ہو سکتی ہیں؟

گوشت خشک کر کے ذخیرہ کرنے کی سکیم

اب میں قربانیوں کے گوشت کی حفاظت کے سوال کو لیتا ہوں یعنی اسلام نے قربانیوں کے زائد گوشت کو کس طرح ضائع ہونے سے بچایا ہے۔ دراصل اسلام کی حکیمانہ تدبیروں میں سے ایک اعلیٰ قسم کی تدبیر یہ بھی ہے کہ جانی قربانی کی روح کو زندہ رکھنے کے ساتھ ساتھ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کے ناواجب ضیاع کو بھی بچایا ہے۔ یہ تدبیر قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔ عربوں میں یہ عام طریق تھا جسے اسلام نے برقرار رکھا کہ اگر کسی موقعہ پر زیادہ جانور ذبح ہونے کے نتیجہ میں گوشت کی افراط ہو جاتی تھی تو وہ گوشت کو نمک وغیرہ لگا کر سکھا لیتے تھے اور پھر یہ گوشت ایک لمبے عرصہ تک خراب ہونے کے بغیر قابلِ استعمال رہتا تھا۔ چنانچہ اسلام نے قربانی کے گوشت کے متعلق بھی اِس قسم کے

ذخیرہ کرنے کی اجازت دی ہے بلکہ اس کی تحریک فرمائی ہے۔ اس طریق کو عربی زبان میں تشریق کہتے ہیں۔ یعنی گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر اسے مصالحہ وغیرہ لگانے کے بعد خشک کر لینا تاکہ وہ دیر تک محفوظ رہ سکے اور اسی لئے عید الاضحیٰ کے بعد کے ایام کو ایامِ تشریق (یعنی گوشت کو خشک کر کے ذخیرہ کرنے کے دن) کہتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قربانی کے گوشت کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

کلوا و اطعموا وادّخروا۔ (بخاری و مسلم)

"یعنی اے مسلمانو عید الاضحیٰ کی قربانیوں کا گوشت
(۱) خود بھی کھاؤ اور (۲) دوسروں کو بھی کھلاؤ اور
(۳) فالتو گوشت کو ذخیرہ بھی کرو۔"

اس حکیمانہ تعلیم کی روشنی میں ہمارے حنفی ائمۃ کا فتویٰ ہے کہ:۔

یندب ان یأکل من لحم اضحیتہ ویدخر ویتصدّق والافضل ان یتصدّق بالثلث ویدّخر الثلث ویتخذ الثلث لاقربائہ و اصدقائہ۔ (کتاب الفقہ جلد ۱ ص ۷۱۶)

"یعنی قربانی کے متعلق یہ بات پسندیدہ سمجھی گئی ہے

کہ قربانی کرنے والا اپنی قربانی کے گوشت میں سے خود بھی
کھائے اور اس میں سے آئندہ کے لئے ذخیرہ بھی
کرے اور غریبوں میں تقسیم بھی کرے بلکہ افضل صورت
یہ ہے کہ ایک تہائی گوشت غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے
اور ایک تہائی گوشت آئندہ کے لئے سُکھا کر ذخیرہ کر لیا
جائے اور ایک تہائی گوشت اپنے عزیزوں اور دوستوں
کے لئے رکھا جائے۔"

اس مدبّرانہ تعلیم کے ماتحت گوشت کے ضائع جانے کا خطرہ (اگر کوئی ہو بھی تو) بالکل ختم ہو جاتا ہے اور گو عربوں میں ابتدائی طریق پر گوشت کو خشک کرنے کا رواج تھا اور یہ طریق اب بھی اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن موجودہ زمانہ میں کولڈ میٹ اور مشین کے ذریعہ گوشت خشک کرنے کے سائنٹفک طریقے بھی ایجاد ہو گئے ہیں جیسے انگریزی میں ڈی ہائیڈریشن[1] .... کہتے ہیں اور ان طریقوں کے ذریعہ فالتو گوشت بڑی آسانی کے ساتھ سُکھا کر نہایت عمدہ صورت میں ذخیرہ کیا جا سکتا ہے اور اس طرح قربانی کی اصل غرض و غایت بھی قائم رہتی ہے اور گوشت کے ضائع جانے کا اندیشہ بھی باقی نہیں رہتا۔ بلکہ مسلمانوں کے لئے

۱؎ Dehydration

ایک زائد صنعت بھی نکل آتی ہے۔ جس سے وہ تجارتی رنگ میں بھی کافی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ بلکہ سعودی عرب کی حکومت بھی حج کی قربانیوں سے اُون اور کھالوں اور گوشت کے سُکھانے کی صنعت کے ذریعہ کئی قسم کے فوائد اُٹھا سکتی ہے۔

الغرض اسلام نے ہر رنگ میں اپنی تعلیم کو کامل و مکمل صورت دی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ جب اس تعلیم پر غور کیا جائے تو ہر سچے مسلمان کا دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شکر و امتنان کے جذبات سے لبریز ہو جاتا اور اس کی زبان درُود کے الفاظ سے گونجنے لگتی ہے کہ کس طرح اس حبیبِ خدا فخر الانبیاء نے آج سے چودہ سو سال قبل ہمیں وہ تعلیم دی جس میں فطرتِ انسانی کے ہر پہلو کو زندہ رکھنے اور نسلِ انسانی کی ہر ضرورت کو مہیا کرنے کا بہترین سامان موجود ہے۔ اِس عظیم الشان احسان کا بدلہ ہمارے پاس اِس درویشانہ دُعا کے سوا اور کیا ہے کہ:۔

اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ
آلِ محمّدٍ وبارک وسلّم وابعثہ
ربِّ مقاماً محمودا نِ الّذی
وعدتہٗ۔

(آگے چلتا ہے)

قربانیوں کو بند کرنے کا سوال رسول اکرمؐ کے زمانہ سے دوری کی ناجائز پیداوار ہے

اس قدر مضمون لکھنے کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج سے کئی سال قبل یعنی ۱۹۱۲ء میں بھی یہ سوال اُٹھا تھا جب کہ ترکوں کی امداد کی غرض سے (جو اس وقت ایک جنگ کی مصیبت میں مبتلا تھے) بعض مسلمانوں نے تجویز کی تھی کہ عید الاضحیٰ کی قربانی کو روک کر اس کی جگہ ترکوں کو نقد روپیہ بھجوا دیا جائے۔ اُن ایّام میں اخبار "زمیندار" لاہور میں کسی مسلمان وکیل کا ایک مضمون بھی شائع ہوا تھا جس میں مسلمان علماء سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ اِس مسئلہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ گویا یہ سوال آج کا نہیں بلکہ کسی قدر پُرانا ہے مگر بہرحال وہ خالصتًہ رسول پاکؐ کے مقدس زمانہ کے بعد کی پیداوار ہے جبکہ مسلمان دین کی رُوح سے ناواقف ہو گئے۔ اسوقت جن علماء سے اِس بارے میں استفسار کیا گیا تھا ان میں ہماری جماعت کے خلیفہ اوّل حضرت مولوی نور الدین صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کا نامِ نامی بھی شامل تھا۔ اِس پر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم نے اخبار "زمیندار" کا یہ پرچہ حضرت مولوی صاحب کی

خدمت میں بھجوا کر درخواست کی کہ آپ بھی اِس استفسار کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ اس کے جواب میں جو خط حضرت مولوی صاحب کی طرف سے ڈاکٹر صاحب موصوف کو موصول ہوا وہ انہوں نے اُنہی ایّام میں اپنے نوٹ کے ساتھ ایک اشتہار کی صورت میں شائع کر دیا تھا۔ اور مَیں اس اشتہار کو ناظرین کی راہ نمائی کی خاطر درج ذیل کرتا ہوں۔ حضرت علامہ مولوی نور الدین صاحب نے اپنے اس فتویٰ میں بعینہٖ اسی خیال کا اظہار فرمایا ہے جو مَیں نے اپنے اِس مضمون میں ظاہر کیا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ بہرحال ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے مطبوعہ اشتہار کی نقل درج ذیل کی جاتی ہے:-

قربانیوں کے متعلق ایک استفسار

"اخبار زمیندار لاہور میں ایک وکیل صاحب نے عید کی قربانیوں کے متعلق حضرت مولوی نور الدین صاحب سے استفسار کیا تھا مَیں نے آپ کی خدمت میں زمیندار کا یہ پرچہ بھیجدیا علاوہ اس کے ۸ر نومبر ۱۹۱۲ء کو جو پبلک جلسہ لاہور میں زمیندار ٹرکش ریلیف فنڈ کے متعلق ہوا تھا اس میں

مولوی عبدالعلی صاحب ہروی شیعہ عالم نے آیت لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولٰکن ینالہ التقوٰی منکم سے استدلال کر کے فتویٰ دیا تھا کہ اگر ترکوں کی اِس مصیبت کے وقت میں قربانی نہ دی جائے اور اس کے عوض میں نقد روپیہ ترکی کی امداد کے لئے بھجوا دیا جائے تو جائز ہے ۔ اس کے متعلق بھی مَیں نے اپنے خط میں حضرت مولوی صاحب کو اطلاع کر دی تھی ۔ اس کے جواب میں حضرت مولوی صاحب کی جو چٹھی مجھے موصول ہوئی ہے وہ ذیل میں شائع کی جاتی ہے ۔ اس کے چھاپنے کی اس لئے بھی ضرورت محسوس ہوئی کہ جلدی میں جناب مولانا شبلی صاحب نعمانی اور مولوی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی کی طرف منسوب کر کے بھی ایک بے دلیل فتویٰ شائع ہوا ہے جس کی بناء پر بعض اخباروں نے کھلے طور پر قربانی نہ کرنے کی ہدایت کی ہے ۔ اور لکھا ہے کہ یہ رقم ٹرکش ریلیف فنڈ میں دے دی جائے ۔ اِس تحریک سے مسلمانوں کو

بہت ابتلاء کا اندیشہ ہے اور شعائر اللہ کی بے حرمتی ہے ۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب قبلہ نے اپنی اس چٹھی میں نہ صرف قربانی کے ضروری ہونے کے متعلق فتویٰ دیا ہے بلکہ ایک حقیقی مصلح کے طور پر قوم کی مرض اور اس کا علاج دونوں بتا دیئے ہیں اور قربانی روکنے کی بجائے دیگر ہر رنگ میں چندہ دینے کی تحریک بھی فرمائی ہے ۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب کا خط درج ذیل کیا جاتا ہے :-

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کا فتویٰ

حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں :-

" حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بڑی ضرورتیں تھیں ۔ خلفاء کے زمانہ میں سخت سے سخت ضرورتیں تھیں ۔ مگر قربانی ترک نہیں کی گئی ۔ اس کا ترک شیعہ مذہب کے بھی خلاف ہے ۔ باقی رہا لن ینال اللہ لحومھا الآیۃ کا فرمان سو وہ صحیح ہے ۔ مگر جس طرح سے عالم شیعہ نے اسے سمجھا ہے اس طرح

نہیں ۔ قربانی ہی اصل ہے ۔ معلوم نہیں ینالہ التقویٰ
سے مولوی صاحب نے کیا مراد لیا ہے ۔ افسوس یہ
سب قرآن نہ سمجھنے کا وبال ہے ۔ کیا مسلمانوں کے
پاس اور مال ہی نہیں رہا کہ اب قربانی پر ہاتھ صاف
کرنے لگے ہیں ؟ اگر ایسے ہی مفلس ہیں تو نہ زکوٰۃ نہ
قربانی نہ تعلیم پر روپیہ خرچ کریں ۔ چھٹی ہوئی ۔ اللہ اللہ ۔
ثم اللہ اللہ ۔ پہلے مکہ میں قربانیاں بند کریں ۔ ترک
خود قربانی کو بند کریں .... یونی ورسٹی کا جمع شدہ روپیہ
دے دیں ۔ (ان دنوں میں مسلم یونی ورسٹی کے لئے
بھاری رقم جمع ہوئی تھی) شادی غمی کی فضولی کا روپیہ
دے دیں ۔ خود ترک فضولی کے بدلے روپیہ دیں ۔
ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان ہیں فی کس ایک
روپیہ ہی دیں ۔ مگر شعائرِ اسلام کو ہاتھ سے نہ
دیں ۔ طرابلس کے غریب عرب جان دے رہے ہیں ۔
ترک میدانی جنگ چند روز جاری رکھیں ۔ قد افلح
المؤمنون و للہ العزۃ و للرسول وللمؤمنین
انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ

الدنیا ۔ سچ ہے اگر در خانہ کس است حرفے بس است ۔
شیعہ عالم شیخ عبد العلی ہروی کا ایک مضمون آج
پیسہ اخبار میں نکلا ہے جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے
کی کوشش کی ہے کہ صرف حج کے موقع پر قربانی ہے
ہے اور سوائے اس کے نہیں ۔ اس کے متعلق صرف
اتنا ہی لکھنا کافی ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
اُسوۂ حسنہ اور صحابۂ کرام اور ائمہ محدثین اور
مجددین کا عمل اور اُمتِ محمدیہ کے تیرہ سو سال کا
تعامل صرف عالم ہروی کے اجتہاد سے باطل نہیں
ہوسکتا ۔"

نور الدین قادیان ۔ ۱۰ر نومبر ۱۹۱۲ء

اسلامی احکام کی روح کے ساتھ ان کے ظاہری جسم کو بھی قائم رکھنا ضروری ہے

جو فتویٰ حاجی الحرمین حضرت مولوی نور الدین صاحب کا اُوپر درج کیا گیا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں ۔ حضرت مولوی صاحب نے جو اسلام کے ایک چوٹی کے عالم تھے نے عید کی قربانیوں کو شعائرِ اسلامی کا ضروری حصہ قرار دیا

ہے اور اسے بند کرنے کو صریحاً خلافِ اسلام فعل گردانتا ہے۔
جس کا خیال محض جلد بازی یا دینی جذبہ کی کمی یا عرفان کے فقدان کی
وجہ سے پیدا ہو سکتا ہے۔

باقی حضرت مولوی صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ اِس قسم کا
فتویٰ دینے والے علماء آیت لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا
دماءُھا ولٰکن ینالہ التقویٰ منکم کا مطلب نہیں سمجھے
اس سے شریعتِ اسلامیہ کی ایک نہایت لطیف حکمت کی طرف
توجہ دلانا مقصود ہے جو یہ ہے کہ ہر عمل کا ایک جسم ہوتا ہے اور
ایک اس کی رُوح ہوتی ہے۔ جسم تو اس کی ظاہری شکل و صورت
کا نام ہوتا ہے اور رُوح اس کے اندر کے مغز اور حکمت کا نام
ہوتا ہے جسے پیدا کرنے اور زندہ رکھنے کے لئے کسی عمل کا حکم دیا
جاتا ہے۔ مثلاً نماز کا جسم وہ ظاہری ارکان (یعنی قیام اور رکوع
اور سجدہ اور قعدہ اور ان کی مقررہ دُعائیں) ہیں جن کا اسلام
نے حکم دیا ہے۔ اور نماز کی رُوح وہ نیکی اور طہارت اور تقرب
الی اللہ کا جذبہ ہے جسے خدا نماز کے ذریعہ مسلمانوں میں قائم کرنا
چاہتا ہے اور جس کی طرف قرآن شریف اِن الفاظ میں اشارہ کرتا
ہے کہ اِنّ الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر (یعنی

نماز خلافِ اخلاق اور خلافِ دین باتوں سے روکنے کے لئے
مقرر کی گئی ہے) اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم
فرماتے ہیں کہ نماز مومن کا معراج ہے جس کے ذریعہ وہ خدا تک
پہنچتا ہے۔ مگر باوجود نماز کے ظاہری ارکان کے نماز کی اصل
رُوح اس کی وہ اندرونی حقیقت ہے جو اُوپر بیان کی گئی ہے۔
اندریں حالات کوئی عالمِ دین یہ نہیں کہہ سکتا کہ نماز کی ظاہری صورت
کو ترک کر دیا جائے۔ کیونکہ جب جسم ہی نہیں ہوگا تو رُوح کہاں سے
آئے گی اور کہاں رہے گی؟

یہی فلسفہ قربانیوں کے اِس حکم میں بیان کیا گیا ہے جس سے بعض
علماء غلط استدلال کر رہے ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ:۔

لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماءُھا ولٰکن
ینالہ التقویٰ منکم ۔ (سورۃ حج آیت ۳۸)

"یعنی اے مومنو قربانیوں کے جانوروں کا گوشت
اور خون خدا کو نہیں پہنچتا بلکہ اسے تمہاری طرف سے
وہ تقویٰ کی رُوح پہنچتی ہے جس کے ماتحت تم یہ
قربانیاں کرتے ہو"

کہا جاتا ہے کہ اِس قرآنی آیت میں ینالہ التقویٰ (خدا

کو تقویٰ کی رُوح پہنچتی ہے) کے الفاظ میں یہ اشارہ کیا گیا ہے
کہ قربانی کی ظاہری صورت کوئی چیز نہیں۔ بلکہ تقویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے
دوسرے رنگ میں خرچ کرنا بھی کافی ہو سکتا ہے۔ یہ استدلال کتنا
غلط کتنا بے بنیاد اور قرآنی محاورہ کے کتنا خلاف ہے! ظاہر ہے کہ
اگر خدا تعالیٰ کا یہی منشاء تھا جو بعض جلد باز لوگوں نے اِس آیت سے
سمجھا ہے یعنی صرف قربانیوں کی رُوح مدنظر تھی تو پھر اس آیت کے
ساتھ لگتی ہوئی آیت میں انہی قربانیوں کے متعلق یہ کیوں فرمایا
گیا کہ:۔

فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر۔

(سورۃ حج آیت ۳۷)

"یعنی اے مسلمانو تم اِن قربانیوں کا گوشت خود بھی
کھاؤ (اور اپنے عزیزوں اور دوستوں اور ہمسایوں اور
نوکروں کو بھی کھلاؤ) اور پھر ایسے لوگوں کو بھی کھلاؤ جو
غریب اور پریشان حال ہیں خواہ وہ سائل ہوں یا غیر سائل"

اِس آیت کے ساتھ جوڑ ملا کر اُوپر والی آیت کو بیان کرنا صاف
ثابت کرتا ہے کہ اِس جگہ قربانیوں کی ظاہری صورت اور ان کی
اندرونی رُوح دونوں کی حکمت بیان کرنا مقصود ہے اور صرف اس

حکم کی رُوح پر اکتفا کرنا مقصود نہیں۔ دراصل ینالہ التقویٰ والی
لطیف آیت میں خدا تعالیٰ نے وہی حکیمانہ انداز اختیار فرمایا ہے
جو دیگر احکامِ شریعت کے متعلق اختیار کیا گیا ہے یعنی قربانیوں کے جسم
(یعنی ان کی ظاہری شکل وصورت) کے ساتھ ساتھ ان کی اندرونی رُوح
کی طرف بھی توجہ دلائی ہے تاکہ مسلمان صرف اعمال کے ظاہری جسم میں
ہی اُلجھ کر نہ رہ جائیں بلکہ اعمال کی اندرونی حکمت کی طرف بھی توجہ
دیں اور اسے ہمیشہ اپنی نظروں کے سامنے رکھیں مگر جیسا کہ ساتھ
والے الفاظ میں صراحت کی گئی ہے اس سے یہ استدلال کرنا ہرگز
جائز نہیں کہ شریعت کے مقرر کردہ اعمال کی ظاہری صورت کو ترک
کیا جا سکتا ہے۔ کیا اِس وجہ سے کہ نماز کی اصل رُوح قربِ الٰہی اور
منکرات سے تحفظ ہے نماز کے ظاہری ارکان یعنی قیام رکوع اور سجود
وغیرہ کو چھوڑا جا سکتا؟ اور کیا اِس وجہ سے کہ روزہ کی اصل روح
تبتل الی اللہ اور لذّاتِ دنیوی سے بے رغبتی پیدا کرنا ہے روزہ
کی ظاہری شکل وصورت یعنی سحری کا کھانا اور دن کے اوقات میں
اکل وشرب سے اجتناب اور شام کی افطاری کو ترک کیا جا سکتا
ہے؟ اور پھر کیا اِس وجہ سے کہ حج کی اصل روح مسلمانوں میں
مرکزیت اور اجتماعیت کا احساس پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے

کی خاطر ایثار کا جذبہ پیدا کرنا ہے حج کے ظاہری مناسک یعنی بیت اللہ کا طواف اور عرفہ کے وقوف وغیرہ کو چھوڑا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اور کوئی عالم دین ایسا فتویٰ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تو پھر اگر اسی حکمت کے ماتحت قرآن نے قربانیوں کی ظاہری صورت کے علاوہ ان کی اندرونی روح کی طرف بھی توجہ دلائی تو اس کی وجہ سے قربانی کے ظاہری مناسک کو کس طرح ترک کیا جا سکتا ہے؟ اِس ملحدانہ نظریہ کو قبول کرنے سے تو شریعت کا سارا ڈھانچہ ہی درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اور نہ نماز رہتی ہے اور نہ روزہ اور نہ حج اور نہ کوئی اور عبادت۔ فافہم وتدبر ولا تکن من المُمترین۔

تمّت بالخیر

اب مَیں خدا کے فضل سے عیدالاضحیٰ کی قربانیوں کے سارے ضروری پہلوؤں پر مختصر روشنی ڈال چکا ہوں اور بالآخر میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اہلِ وطن بھائیوں کو توفیق عطا کرے کہ وہ اِس بارے میں اصلاح کا غلط طریق اختیار کرنے کی بجائے صحیح رستہ اختیار کریں کہ جس سے خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ شریعت بھی قائم رہے اور ملک کا اقتصادی خطرہ بھی (اگر واقعی کوئی خطرہ ہے) بصورتِ

اَمن دُور ہو جائے اور یہ بات خدا کے فضل اور اہلِ فکر و بصیرت کی دانشمندی سے ہرگز دُور نہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

اُوپر والی بحث کا نتیجہ

عیدالاضحیٰ کی قربانیوں کے مختلف پہلوؤں کے متعلق جو بحث قرآن و حدیث اور مشاہدہ اور حقائقِ حاضرہ کی روشنی میں اُوپر کی گئی ہے اس کا آخری نتیجہ جس سے انشاء اللہ ہر سمجھدار انسان اتفاق کرے گا ذیل کے فقرات میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) اِن قربانیوں کی تاریخ بہت پُرانی ہے جس کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپؑ کے بڑے صاحبزادہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا اور پھر مقدس بانئے اسلام حضرت فخرِ رسل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک باقاعدہ مذہبی سُنّت کی صورت دے کر اس کی تجدید فرمائی اور اسے اپنی اُمّت میں تاکیدی ہدایت کے ساتھ جاری کیا۔

(۲) اِن قربانیوں کی تہہ میں یہ لطیف حکمت کارفرما ہے کہ

اِس ذریعہ سے مسلمانوں کو مالی قربانی کے علاوہ جانی قربانی کی بھی تربیت دی جائے تاکہ وہ دین و ملّت کے بہادر سپاہی بن سکیں اور وقت آنے پر کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں اور کچّے دھاگے نہ ثابت ہوں۔ اسی وجہ سے یہ پسند کیا گیا ہے کہ عام حالات میں قربانی کرنے والا شخص خود اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرے یا کم از کم اسے اپنی آنکھوں سے ذبح ہوتے دیکھے۔

(۳) بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال حکمت سے ہر مسلمان کے لئے عید کی قربانی لازمی اور فرض نہیں قرار دی بلکہ مالی استطاعت کی شرط مقرر کرنے کے علاوہ یہ مزید رعایت بھی رکھی ہے کہ ایک گھر کی طرف سے صرف ایک قربانی کافی ہے خواہ کسی گھر میں مالی استطاعت رکھنے والے افراد زیادہ ہی ہوں تاکہ ملک کی حیوانی دولت پر ناواجب بوجھ نہ پڑے۔

(۴) قربانی کے جانوروں کے متعلق بھی یہ شرط مقرر کی گئی ہے کہ وہ ایک خاص عمر سے کم کے جانور نہ ہوں تاکہ جانوروں کی آئندہ نسل اور ان کی بڑھوتی کے لئے کوئی خطرہ نہ پیدا ہو۔ اور اِس بات کو بھی پسند نہیں کیا گیا کہ عام حالات میں دودھ دینے والے جانوروں کو ذبح کیا جائے۔

(۵) جانوروں کی نسل عموماً بڑی سُرعت کے ساتھ بڑھا کرتی ہے اور دوسری طرف ہمارے مُلک میں اتنا گوشت بھی نہیں کھایا جاتا جو مغربی دُنیا کے ٹھنڈے اور زیادہ مالدار ملکوں میں کھایا جاتا ہے اسلئے اگر قربانی کے ساتھ ساتھ جانوروں کی افزائش نسل کا انتظام بھی کیا جائے اور ان کی بیماریوں کی روک تھام کی تدابیر بھی اختیار کی جائیں جیسا کہ مغربی ممالک میں کیا جاتا ہے تو پھر قربانیوں کی وجہ سے جانوروں کی قلت کا کوئی خطرہ نہیں رہتا۔

(۶) باوجود اس کے اگر وقتی طور پر جانوروں کی قلت کا اندیشہ محسوس کیا جائے تو قربانیوں کے معاملہ میں دخل دینے کے بغیر جانوروں کے عام ذبح کو مناسب طریق پر کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ خواہ یہ کنٹرول ناغہ کے دنوں کو بڑھا کر کیا جائے یا جانوروں کی بعض خاص اقسام کے ذبح کو وقتی طور پر محدود کر کے کیا جائے یا قربانیوں کے گوشت کے ایک حصّہ کو خشک کر کے محفوظ کرنے کے ذریعہ کیا جائے۔

(۷) اسلام نے بے شک گوشت خوری کی اجازت دی ہے بلکہ اسے مناسب حد تک پسند کیا ہے کیونکہ انسان کے قویٰ اور

اخلاق اور بعض خاص اوصاف کے نشو و نما کیلئے گوشت خوری بھی ضروری ہے مگر باوجود اس کے اسلام نے کمال حکمت سے یہ ہدایت بھی دی ہے کہ انسان کو کسی ایک قسم کی خوراک پر زیادہ زور نہیں دینا چاہیئے بلکہ اپنی خوراک کو متوازن رکھنا چاہیئے جس میں ہر قسم کی غذا یعنی گوشت۔ مچھلی۔ سبزی۔ دال۔ اناج۔ پھل اور دودھ وغیرہ شامل ہو۔

خاکسار خادمِ ملت
مرزا بشیر احمد
حال ربوہ
ضلع جھنگ
۱۲ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۹ء

پبلشر مہتمم نشر و اشاعت نظارت اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ

نے

ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے چھپوا کر شائع کیا

بار اوّل — تعداد پانچ ہزار

نومبر ۱۹۵۹ء